اس دن کے اندر خاص طور پر ایک ایسی ساعت رکھی گئی ہے کہ اُس ساعت میں مومن جو دعا کرتا ہے بالخصوص قبول کی جاتی ہے۔ پھر سال بھر میں رمضان شریف کا کل مہینہ خصوص اوقات میں سے ہے۔ پھر اس مہینہ میں بالخصوص ایک رات ایسی مقدر کیگئی ہے کہ جسکے برابر اس سال بھر میں اور کوئی رات نہیں۔ پھر اس رات کے اندر ایک ایسی ساعت مختص کی گئی ہے کہ جس کی تاثیر وہی ہے جو جمعہ کی ساعت مختص کی تاثیر ہے پھر اسی طرح پر عمر بھر میں یوم عرفہ ہے۔ جو کافۃ المسلمین میں سے صرف مستطیع لوگوں کے لئے عمر بھر میں ایک دن ہے۔ چونکہ ہم نے نماز جمعہ کو ہی صرف اس مقام میں لکھنا اسواسطے جمعہ کے سوا باقی تمام امور کو نظر انداز کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس یوم جمعہ کے بہت سی فضائل بیان فرمائے ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال سمعت رسول الله صلعم يقول نحن الاخرون السابقون يوم القيامة بيد انهم اوتوا الكتاب من قبلنا ثم هذا يومهم الذی فرض عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له والناس لنا فيه تبع اليهود غداً والنصاری بعد غد (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہہ بات فرماتے سنا کہ ہم ہیں تو سب سے پیچھے لیکن اب کل نبیوں کا زمانہ ہو چکا اور ان کی امتوں کا وقت گذر چکا اب ہم سب سے پیچھے اور اسی واسطے سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہیں) اور قیامت کے دن سب سے آگے جنت میں داخل ہونگے یعنی ان لوگوں میں اور ہم میں اتنا ہی فرق ہے کہ انکو ہم سے پہلے تورات اور انجیل دی گئی (اور ہمکو ان کے پیچھے قرآن ملا جو ان سب کا ناسخ ہے اور اسی وجہ سے سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہے) اسکے بعد ایک اور بات دیکھو کہ یہی دن ہے جسمیں بالخصوص عبادت کرنے کے لئے ان کو حکم دیا گیا تھا مانہوں نے آپس میں اختلاف رائے کے سبب سے اس دن کو تو مخصوص للعبادت نہ کیا مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے خود اس یوم کی مختص للعبادت کرنے کے لئے رہنمائی کر دی۔ پس اب وہ لوگ ہمارے

Marfat.com

تابع ہیں یعنی ہمارے پیچھے چلنے والے ہیں وہ اس طرح پر کہ اول ہم کیونکہ جمعہ پہلے ہے اس کے بعد ہفتہ کا روز ہے سو یہودی ہمارے پیچھے ہوئے پھر اسکے پیچھے اتوار ہے سو عیسائیوں کا متبرک یوم ہے سو وہ ان کے بھی پیچھے ہیں۔

مسلم میں ہے اور اس کے راوی ایک تو یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اضل اللہ عن الجمعۃ من کان قبلنا وکان للیھود یوم السبت وللنصاری یوم الاحد فجاء اللہ بنا فھدانا للیوم الجمعۃ فجعل الجمعۃ والسبت والاحد وکذلک ھم تبع لنا یوم القیامۃ نحن الاخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیامۃ المقضی لھم قبل الخلائق	جو لوگ ہم سے پہلے ہو چکے ہیں ان کو اللہ نے جمعہ سے ادھر ادھر ہٹائے رکھا۔ یہود کا دن ہفتہ ہوا اور نصاریٰ کا دن اتوار۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمکو پیدا کیا اور ہم کو جمعہ کی رہنمائی کی پس پہلے جمعہ ٹھیرایا پھر ہفتہ پھر اتوار۔ اور اسی ترتیب کے ساتھ قیامت کو وہ ہمارے پیچھے پیچھے ہوں گے ہم دنیا کے لحاظ سے تو سب کے پیچھے ہوئے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے پہلے ہوں گے اور کل خلقت سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو اس خاص یوم یعنی جمعہ کا خصہ کرنے کے لئے کوئی صریح نام لیکر حکم نہیں دیا صرف یہ حکم دیا کہ کسی خاص یوم کو اس غرض کے واسطے مقرر کر لیویں سو انہوں نے یا تو اتوار کو مناسب سمجھا یا ہفتہ کو اور اس دن سے دھوکے میں پڑ گئے یہ خاص فضل ایزدی ہے کہ اس امت کو جو خیر الامم ہے اپنا وہ دن عطا کیا جس کی تلاش کے لئے ان کا چنا ہوا ہے اور مخصوص دن سے عطا کیا۔ علاوہ بریں یہی دن ہے جس میں آدم پیدا ہوئے یا یہ کہ اس عالم کی آبادی کا سامان اسی دن شروع ہوا۔ یہی دن ہے کہ اسیر و غلام جنت سے خارج ہوئے یہی دن ہے کہ اسیں پھر جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوئے۔ یہی دن ہے کہ اس میں قیامت ہوگی۔ یہی دن ہے کہ اس میں متقی جنت میں داخل ہوں گے

Marfat.com

یہی دن ہے کہ اسمیں بالخصوص تمام مخلوقوں کو وہ نعمت عطا ہوگی جسے آنکھوں نے دیکھا نہیں کانوں نے سنا نہیں بلکہ جسکا خیال تک بھی کسی بشر کے قلب پر گزرا نہیں۔ یہی وہ دن ہے کہ اس کی صبح کو انسان اور جن کے سوائے تمام حیوانات اہتمام فرشتے لرزاں ہوتے ہیں کہ مبادا قیامت آج ہی نہ ہو یہی دن ہے کہ اسکے اندر ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں پروردگار مومن کی دعا کو بالبداہت قبول کرتا ہے اور لیلۃ القدر کی طرح اسکو بھی مخفی رکھا گیا ہے اگرچہ اسکی نسبت بھی قرائن کتابوں میں مرقوم ہیں۔

جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے وہ تمام مسلمانوں کے افضل و اشرف سردار کے کلمات طیبات سے ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلعم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اللہ آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا ولا یقوم الساعۃ الا یوم الجمعۃ (ترمذی)

ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا جمعہ کا دن تمام دنوں سے جنمیں سورج چڑھتا ہے زیادہ افضل ہے اللہ نے اسمیں آدم ؑ کو پیدا کیا اور اسی میں وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی میں وہ جنت سے نکالے گئے۔ اور جمعہ کے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضؓ و ابن کعب رضؓ اور عبداللہ بن سلام رضؓ کی گفتگو قابل غور ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلعم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ اھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعۃ وما من دابۃ الا وھی مصیخۃ یوم الجمعۃ من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقا من الساعۃ

سب دنوں میں سے جن میں سورج چڑھتا ہے بہتر دن جمعہ کا دن ہے آدم ؑ اسی میں پیدا ہوئے۔ اسی میں جنت سے نکالے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں آپ فوت ہوئے۔ اسی میں قیامت ہوگی انسان اور جن کے سوا جو چلنے والے ہیں وہ جمعہ کے دن صبح کے وقت سے لیکر غروب آفتاب تک منتظر ہے کہ مبادا قیامت آجائے

Marfat.com

الا الجن والانس وفيها ساعة
لا يصادفها عبد مسلم وهو
يصلي يسأل الله شيئا الا اعطاه
اياه قال كعب ذلك في كل سنة
يوم فقلت لا بل كل جمعة فقرأ
التوراة فقال صدق رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال ابو هريرة
رضي الله تعالى عنه ثم لقيت عبد الله
بن سلام فحدثته بمجلس مع كعب
قال قد علمت اي ساعة هي قلت
فاخبرني قال هي آخر ساعة
في يوم الجمعة فقلت كيف وقد
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا يصادفها عبد مسلم
وهو يصلي وتلك الساعة لا يصلى
فيها فقال ابن سلام الم يقل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
من جلس مجلسا ينتظر الصلوة
فهو في صلوة حتى يصلي قال ابو هريرة
بلى قال فهو ذلك

اور اسی میں ایک گھڑی ہے کہ جو کوئی مسلمان
بندہ اس میں نماز پڑھتا ہوا اور پھر اللہ سے
کچھ مانگے تو وہ ضرور ہی اللہ تعالیٰ اسکو عطا
فرماتا ہے۔ کعب نے (جو یہودی حبر تھا اور پھر
مسلمان ہو گیا تھا) مجھ سے یہ سن کر کہا
کہا کہ یہ گھڑی سال کے بعد جو جمعہ آتا ہے
اس کے اندر ہوتی ہے میں نے کہا نہیں بلکہ ہر
ہفتے کے بعد جو جمعہ آتا ہے اس کے اندر یہ
ساعت ہے پھر اس نے توراۃ کو پڑھا اور کہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا
ہے اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے کہا کہ میں عبداللہ بن سلام سے ملا تو
میں نے اس کے پاس کعب کے لئے کا قصہ بیان
کیا ابن سلام نے کہا مجھے پتہ ہے کہ وہ کونسی
گھڑی ہے میں نے کہا آپ بتلایئے۔ کہا جمعہ کے
دن کی آخری گھڑی ہے میں نے کہا رسول
خدا صلعم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مسلمان بندہ جو
نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اس وقت میں تو مجھ کو آپ
ذکر کرنے میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ ابن سلام
نے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے یہاں تک
کہ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہو جاوے میں نے کہا ٹھیک ہے انہوں نے کہا بس یہی بات ہے۔

مکی مسلمانوں نے جو اس دن کو منتخب کیا تھا تو وہ کسی خاص قوی یا مذہبی واقعہ یا

Marfat.com

حادثہ کے سبب سے نہیں بلکہ بلا علم ان تمام امور عظام کے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے خود بخود ایک دن جمعہ کا مقرر کر لیا۔ مگر اس کی بزرگی۔ اس کے فضائل۔ اور اس کے اوقات مخصوص میں سے ہونے کا علم محض بذریعہ وحی اول آنحضرت صلعم کو بعد ش کل مسلمانوں کو پھر اجماعت میں بیان ہو چکا کہ ہر روز ۲۴ گھنٹے کے اندر پانچ بار ہر محلہ میں جماعت کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ چونکہ یہ تکلیف عامۃ الناس کے لئے تکلیف مالا یطاق ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے اس کو واجب نہیں ٹھیرایا۔ لیکن جمعہ چونکہ ساتویں دن کے بعد آتا ہے اوس کی جماعت کے لئے عامۃ الناس کو تکلیف دینا کوئی نامناسب امر نہیں ہے بلکہ جمہور الناس کی نفع رسانی کے واسطے ان کو اس امر کی تکلیف دینا از بس ضروری ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے جمعہ کی نماز کی جماعت کو واجب ٹھیرایا اور اس کے تارک کے لئے وعید شدید۔

فرضیت نماز جمعہ

فرضیت کے لئے تو بخاری کی وہی حدیث ہو پہلے جمعہ کی بزرگی میں بیان ہو چکی ہے کافی ہے مگر مزید توضیح کے لئے قرآن اور اور احادیث سنو۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ط ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ (سورہ جمعہ رکوع ۱)

جب جمعے کی دن نمازِ (جمعہ) کیلئے اذان دیجائے تو یاد الٰہی (یعنی نماز) کی طرف لپکو اور (اسوقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی اذان جب ہو جاوے تو پھر نماز کے لئے دوڑ پڑو خواہ بیع جیسا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو اسے اسی وقت چھوڑ چھاڑ دو یہ نماز تم سمجھو تو تمہارے لئے بہتر ہے یہ نماز تمہارے کاروبار میں کوئی حارج یا مخل نہیں ہے خطبہ سنا فرض پڑھنے اور چاہیئے پھر وہی دنیا ہے اور دنیا کے جھگڑے بکھیڑے تمہارے کاروبار سے تو تم کو کوئی روکتا نہیں البتہ تم کو یہ نصیحت ضرور کی جاتی ہے کہ تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔ کوئی کام ہو لین ہو دین ہو خرید ہو فروخت ہو توں ہو تاپ ہو غرض کوئی ہو سب میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ اس سے تم کو فائدہ یہ ہوگا کہ تم پر دینی اور دنیاوی مطالب کے دروازے کھل جاوینگے۔ نہ تم کسی کو دھوکہ دوگے نہ کسی سے کھاؤ گے سینہ کی ظلمت

Marfat.com

ہو جاویگی اور سینہ نور سے بھر جاویگا۔ رازق و روزی رساں اسی ذات الٰہی کو سمجھنا۔ تم اس کی عبادت کے لئے کام دھندے چھوڑتے ہو وہ تمہارے کاموں میں برکت کرے گا۔
غرضکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کی اذان کے وقت کام کاج ضروری سے ضروری کیوں نہ ہوں چھوڑ چھاڑ کر جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے اسوقت کام کاج کرنا حرام ہے اب وعید کی احادیث سنو جو اس نماز کے تارک کے لئے وارد ہیں۔

عن ابی عمر وابی هريرة رضي الله تعالى عنهما انهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على اعواد منبره لينتهين اقوام عن ودعهم الجمعات او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين

رواه مسلم (بلوغ المرام)

ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر کی لکڑیوں پر چڑھے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگ جمعے چھوڑنے سے باز آویں نہیں تو اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دیگا پھر وہ غافلین میں سے ہو جاویں گے۔

عن ابی الجعد الضمری رضی الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ من ترك الجمعة ثلث مرات تهاونا بها طبع الله على قلبه

(ترمذی)

ابو جعد ضمری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تین دفعہ کچھ پرواہ نہ کر کے جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر اللہ مہر لگا دیتا ہے

عن طارق بن شهاب رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة الا على اربعة مملوك وامراة وصبى او مريض

رواه ابوداؤد (بلوغ المرام)

طارق بن شہاب رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ ہر ایک مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا حق ہے واجب ہے ان چار شخص کے سوا جو غلام ہے۔ عورت۔ لڑکا۔ بیمار۔

Marfat.com

وعن حفصة رضؓ مرفوعاً رواح الجمعة واجب على كل محتلم اخرجه النسائي بلفظ الصبح (رواہ النسائی و منتقی)

حفصہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک محتلم بالغ پر جمعہ میں جانا واجب ہے۔

غرضکہ قرآن کریم اور سنت نبی سے صاف دونوں نے سوائے معذورین مندرجہ ذیل کے ہر ایک مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ میں شریک ہونا فرض ٹھیرا دیا ہے جو لوگ جان بوجھ کر سستی کر کے اس نماز کو ایک خفیف سی بات سمجھ کر اس کو ادا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ **نیل الاوطار** میں ان احادیث پر لطیف بحث کی ہوئی ہے طالب شائق وہاں دیکھ لے۔ چونکہ یہ نماز شعائر اسلام میں سے ایک بڑا بھاری اور ضروری شعار ہے اسواسطے اگر اسکو پولیٹکل (ملکی) پہلو پر ہی سے دیکھا جاوے تو اس کا تارک ضرور باغی سمجھا جاویگا۔

معذورین کو جمعہ کی رخصت

تیسری حدیث مرقومہ سے چار قسم کے شخصوں کو معذور ٹھیرایا گیا ہے۔ (۱) عبد مملوک۔ سو اس کا اس ملک میں نام و نشان تک نہیں۔ (۲) عورت (۳) بچہ (۴) بیمار۔ مسافر کو بھی معذورین میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی ذیل کی حدیثوں سے بخوبی ظاہر ہے اور اسکی تائید ہوتی ہے ابن عمرؓ کی حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ لیس علی مسافر جمعۃ اور ابو ہریرہؓ کی حدیث یہ ہے خمسۃ لا جمعۃ علیہم المرأۃ والمسافر۔ والعبد والصبی اھل البادیۃ (التلخیص الحبیر) ان کسی قیم کو سمن ایسے وقت میں کہ جب جمعہ کا وقت ہو گیا ہو سفر کرنا جائز ہے جسکو وقت کے آجانے سے پہلے پہلے یا جمعہ کیوقت کے گزر جانے کے بعد اوسکو اختیار ہے۔ مسافر کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے اور اگر کوئی ایک آدھ ہے بھی جیسا اوپر ذکر ہوا ہے تو وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں **سبل السلام** شرح بلوغ المرام میں اسکی پوری تحقیق لکھی ہے خلاصہ یہ ہے کہ چھ قسم کے اشخاص پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ اول بندہ۔ دوم عورت۔ سوم چہارم بیمار۔ پنجم مسافر۔ ششم اہل بادیہ یعنی خانہ بدوش لوگ۔ البتہ بعض صحابہ اور ایسے ہیں جن سے مسافر کو معذورین میں شمار کرنے کی ایک وجہ ہے۔ قال ابن عمر رد الجمعۃ

لے یعنی مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ واجب ہے اور مسافر بھی ان میں سے ہے۔ منہ

Marfat.com

تحبس عن السفر یعنی جمعہ سفر کا مانع نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ کا قول ذیل جو آپ نے اوس شخص کو کہا تھا جسکو آپنے نماز جمعہ کے بعد سفری لباس پہنے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا کہ یہہ کیا؟ اوسنے عرض کی تھی کہ حضرت! میرا ارادہ سفر کا تھا۔ اسنے اس بات کو برا جانا کہ نماز پڑھنے سے پہلے پہلے روانہ ہوجاؤں) ان الجمعۃ لا یمنعک السفر مالم یحضر وقتہا یعنی تو بیشک سفر میں چلا جاتا جمعہ تو تجھے سفر سے اُسوقت تک نہیں روکتا کہ جب تک اوسکا وقت نہ آجاوے اسی طرح پر ایک اور واقعہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر خطابؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسافرانہ ہیئت بنائے ہے اور وہ یہہ کہتا ہے آج جمعہ کا دن ہے۔ اگر جمعہ کا دن نہوتا تو میں سفر میں چلا جاتا حضرت عمر رضؓ نے فرمایا ان الجمعۃ لا تحبس مسافراً فاخرج مالم یحن الرواح یعنی جمعہ مسافر کو روک نہیں رکھتا۔ تو جمعہ کے وقت سے پیشتر چلا جا (زادالمعاد)

غرض یہہ ہے کہ اگر جمعہ کا وقت آگیا ہے تو اسوقت مسافر نہنا چاہئے یعنی اسوقت میں اپنے گھر سے بلا نماز میں شریک ہوئے سفر پر نہ جانا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضؓ کے قول کا منشا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی مذہب کو اکثر علما و ائمہ نے اختیار کیا ہے **نیل الاوطار** میں جمعہ کی صبح اور زوال کے درمیان سفر کرنے کے لئے پانچ مذاہب نقل ہوئے ہیں اور انمیں سے پہلا مذہب یہہ ہے کہ سفر ہوسکتا ہے اور یہہ مذہب صحابہؓ میں سے عمرؓ۔ ابوعبیدہؓ۔ زبیرؓ۔ ابن عمر رضؓ کا ہے۔ اور تابعین میں سے حسنؒ۔ ابن سیرینؒ اور زہریؒ کا ہے۔ اور ائمہ کبار میں سے امام ابوحنیفہؒ کا اور اوزاعیؒ کا اور نیز امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا ان کی مشہور روایتوں میں اور امام شافعیؒ کا بھی قول قدیم یہی ہے مارواہ سے مذہب یہہ بیان ہوا ہے کہ ایسا سفر ایسے وقت میں منع ہے۔ اور حوالہ میں جن اماموں کی پہلی روایت مشہورہ کا حوالہ دیا گیا ہے انہیں کی اب دوسری روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح اور مذاہب بھی نقل کئے ہیں جن کے یہاں لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا جن لوگوں نے منع کیا ہے انکی وجہ مخالفت غالباً یہہ معلوم ہوتی کہ ایسی ضروری جماعت کو چھوڑنا گویا یہہ ظاہر کرنا ہے کہ تارک کو اوس جماعت کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہے مگر امام ابوحنیفہؒ مطلق سفر کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ ابن عمر رضؓ کے قول کا مفہوم ہے اس غریعت سہلہ سمحہ کے اصول تکلیف و وسعت اور تقوے کو اگر دیکھا جاوے تو بیشک

یوں اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قابو لگتے اور بس ہوتے تو اوس مین وقت میں سفر نہ کرے اگر ماں سکتا ہی تو ملے اور ضرور ملے اور اگر بے بس بات ہے تو بیشک اوس صورت میں بھی سفر ہو سکتا ہے اور شریعت میں مواخذہ نہیں ہی انشاء اللہ تعالیٰ واللہ اعلم وعلمہ اتم نیل الاوطار میں بھی ایسی صورت میں ایسی مسافر کے لئے اجازت لکھی ہے۔

عید اور مطر میں رخصت ہے کیونکہ عید اسی جمعہ کی بڑی بہن ہے جو کچھ جمعہ میں ہوتا ہے وہی عید میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور بارش میں رفع حرج اور رفع تکلیف کے لئے رخصت ہے۔

عن زید بن ارقم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلے العید فی یوم جمعۃ ثم رخص فی الجمعۃ فقال من شاء ان یجمع فلیجمع اخرجہ احمد وابوداؤد وغیرھما (روضۃ الندیہ)

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جمعہ کے دن عید کی نماز پڑھی۔ پھر جمعہ کی نماز کی رخصت دیدی اور فرمایا جو شخص جمعہ پڑھنا چاہے وہ پڑھے۔

عن عبد اللہ قال ابن عباس لموذنہ فی یوم مطیر اذا قلت اشہد ان محمداً رسول اللہ فلا تقل حی علی الصلوۃ قل صلوا فی بیوتکم فکان الناس استنکروا قال فعلہ من ھو خیر منی ان الجمعۃ عزمۃ وانی کرھت ان احرجکم فتمشون فی الطین والدحض

(بخاری باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر)

ایک روز بارش کے دن میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اپنے موذن کو فرمایا کہ جب تو اذان کہتا کہتا کلمہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے تو پھر اس کے آگے کلمہ حی علی الصلوۃ نہ کہنا (بلکہ اسکی بجائے) کلمہ صلوا فی بیوتکم کہنا اسبات کو لوگوں نے گویا برا مانا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کام تو اس کیا جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی رسول خدا نے اسکو جائز کیا ہی) (یہ گمان نہ کرنا کہ جمعہ اللہ تعالیٰ کی موکد احکام میں سے نہیں ہے بلکہ یہ موکد حکم ہی اور تمنے اس اذان کو سنکر اس حکم کی بجا لانے کے لئے گھر رہنے پر فرمایا تھا) اور میں نے یہ جانا کہ تمکو گیلی اور تکلیف میں ڈالوں اور تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔

بارش اور کیچڑ میں جمعہ جماعت کی رخصت اہل علم نے دی ہے (ترمذی) باب ما جاء فی کان المطر فا لصلوۃ فی الرحال

وقت نماز جمعہ۔ اس نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ بخاری۔ ابوداؤد۔

Marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال کان رسول اللہ صلعم یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس

میں بروایت انس رضہ ہے۔ کہ نبی صلعم جمعہ کی نماز اسوقت پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم (اصحاب نبیؐ) نماز جمعہ پڑھنے کے بعد قیلولہ (دوپہر کے بعد سونا) کیا کرتے تھے۔ بعض میں آیا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا کھایا اور سویا کرتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ جب سخت سردی پڑتی تھی تو نبی صلعم سویرے پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور جب سخت گرمی تو سرد کرکے یعنی خوب دیر کرکے پڑھا کرتے تھے۔ اور بعض میں آیا ہے کہ ہم نماز جمعہ پڑھ کر جایا کرتے تھے تو اسوقت دیواروں کا سایہ اسقدر نہ ہوتا تھا کہ ہم اوس سایہ میں آرام کریں۔

اس قسم کی احادیث سے جو بخاری اور مسلم اور دیگر کتب کی احادیث صحیحہ ہیں بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت گویا طلوع آفتاب کے بعد سے لیکر عصر کے وقت تک ہے۔ مگر یہ استدلال درست نہیں ہے جمعہ کے بعد کھانا کھانے یا سونے سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ نماز جمعہ زوال آفتاب سے پہلے ہو جایا کرتی تھی یہ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ نماز پہلے پڑھ لی پیچھے کھانا بھی کھایا اور سوئے بھی۔ سردیوں اور گرمیوں کی افراط و تفریط کی غرض سے بیشک رسول اللہ صلعم مناسب وقت میں جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے گرمیوں میں ٹھنڈا کرنے سے مراد صرف یہی ہے کہ گرمیوں کی افراط کی تکلیف کرکے ذرا دیر میں نماز پڑھ لی۔ اسی طرح سردیوں کی افراط کی تکلیف صرف دوپہر کو دور ہو سکتی ہے نہ کہ قبل از زوال اور یہ بات بالکل تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے۔ پس دوپہر کو جب سورج سر پر ہو تو سردیوں میں زوال کے بعد نماز پڑھ لینا سردیوں کی افراط کو دور کرنا ہے اسی طرح گرمیوں میں جب خوب سایہ ڈھل جاوے اور غالب کے دو تہائی وقتوں کی درمیانی حد کے بعد وہ گرمی کی شدت نہیں رہتی۔ تو پس ہم اپنے ملک کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے مندرجہ ذیل الفاظوں میں اس حدیث کے معنے یوں سمجھاتے ہیں کہ حضرت صلعم سخت سردیوں کے دنوں میں بارہ بجے کے بعد ہی سورج ڈھلنے پر جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور گرمی کے دنوں میں جب سائے خوب

Marfat.com

دور دور تک ڈھل جایا کرتے تھے زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حالت خود تقاضا کرتی تھی کہ سخت سردیوں اور سخت گرمیوں میں وقت کا لحاظ کیا جاوے سردیوں میں دھوپ درکار ہے نہ کہ چھاؤں اسواسطے حدیث میں جو لفظ بکّر یعنے سویرے پڑھ لیا کرتے تھے آیا ہر اس کے معنے یہ کہئے ہیں کہ اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے نہ کہ وقت سے پہلے۔ باقی رہا دیواروں کا سایہ تو اول تو یہ معلوم نہیں ہیں کہ دیواریں کتنی کتنی اونچی ہوتی تھیں ممکن ہے کہ دیواریں بالکل معمولی درجہ کی اونچی ہوں اور بات ہے بھی یہی کیونکہ اوس زمانہ میں اصحاب نبی صلعم کے مکانات اور حویلیاں ہمارے مکانوں کی طرح نہیں ہوتی تھیں۔ غرضکہ کوئی ایسی صریح حدیث موجود نہیں ہر جس سے معلوم ہوسکے کہ جمعہ کی نماز کا وقت قبل از زوال بھی ہے۔

احادیث صحیحہ مذکورۃ الصدر کے علاوہ بعض بعض آثار بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ رضہ نے حتی کہ ابوبکر اور عمر رضہ نے بھی چاشت کیوقت یہہ نماز پڑھی مگر ان آثار کے بعض راوی مجہول ہیں اور دوسری یہہ بات ہے کہ فصل نبوی جسنے عنوان مضمون میں بخاری وغیرہ سے نقل کیا ہے اس کے معارض ہے۔ مفصل بحث اور جرح **نیل الاوطار** میں موجود ہے۔ غرضکہ اس نماز کا وقت ظہر کا وقت ہے۔ اور اس پر کل امت محمدیہ کا اتفاق ہے اور ہر زمانہ میں اتفاق چلا آیا ہے جس جس شخص نے جس جس زمانہ میں اسکے الٹ لکھا ہے وہ تشدد اور افراط سے خالی نہیں ہے۔

شروط جمعہ آیات واحادیث مسطورہ بالا سے جمعہ کے وجوب کے لئے کوئی قید یا شرط نہیں پائی جاتی ہاں ایک شرط ضروری ہے یعنی جماعت۔ سو ظاہر ہے کہ اگر جماعت نہ ہو تو پھر جمعہ کیسا۔ بیشک جماعت کا ہونا جمعہ کے لئے ضروری ہے۔ سو وہ اور نمازوں کی جماعت کی طرح ایک امام اور ایک مقتدی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت عم کے عہد مبارک اور خلفاء کے زمانہ مبارک کی طرف خیال کرکے کہ امام بھی عادل ہوتے تھے جمعہ بھی شہروں میں ہوتا تھا اور مقتدیوں کی تعداد کثیر ہوتی تھی اور دارالاسلام میں ہوتا تھا اور آیہ جمعہ کے ان لفظوں کو دیکھ کر کہ بیع چھوڑ دو کچھ کچھ قیود اور شروط جمعہ کے وجوب کے لئے مقرر کردی ہیں سو جس جس نے جو جو شرط یا قید لگائی ہے اس کے نزدیک اگر

Marfat.com

وہ شرط پائی جاوے تو جمعہ واجب ورنہ جمعہ واجب نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ شرائط در اصل کتاب وسنت میں مذکور نہیں ہیں اور محض قیاس ہی قیاس ہیں۔ اسواسطے ہم مفصل طور پر ان شرائط کے لکھنے کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں البتہ سرسری طور پر ان کا ذکر کئے دیتے ہیں۔ اول یہ کہ امام عادل ہو دوم یہ کہ تعداد مومنین کم از کم کسی کے نزدیک ۳ ہو کسی کے نزدیک ۴ کسی کے نزدیک ۷ کسی کے نزدیک ۹ کسی کے نزدیک ۱۲ کسی کے نزدیک ۲۰ کسی کے نزدیک ۳۰ کسی کے نزدیک ۴۰ کسی کے نزدیک ۵۰ کسی کے نزدیک ۷۰ کسی کے نزدیک جماعت کثیر بلا تعیین عدد۔ سوم یہ کہ وہ جگہ جہاں جمعہ ادا کیا جاوے کسی بڑے شہر کے اندر واقع ہو۔ اور صناع کے نام سے مشہور ہو۔ چہارم یہ کہ دار الحرب میں نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

جمعہ اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے

غرض اصل بات یہ ہے کہ جمعہ اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے۔ جو حال ہے اور نمازوں کے امام کا وہی حال ہے اس نماز کے امام کا جو حال ہے اور نمازوں کی جماعت کی تعداد کا وہی حال ہے اس نماز کی جماعت کی تعداد کا یعنی یہ کہ اگر امام کے ساتھ فقط ایک دوسرا شخص ہو تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے۔ جو حال ہے اور نمازوں کی جگہ کا وہی حال ہے اس کی نماز کی جگہ کا جو حال ہے اور نمازوں کے ملکوں کا وہی حال ہے اس نماز کے ملک کا یعنی یہ کہ دار الامان ہو یا دار الحرب ہو۔ کچھ ہو جہاں دو مسلمان بھی ہوں گے وہیں ان پر جمعہ واجب ہے۔ ان شروط کا اگر لحاظ کیا جاوے تو اسلام کے بڑے بڑے شعائر یعنے جمعہ اور عیدین سب کے سب اگر بنظر غائر دیکھا جاوے تو صرف ہنسی پر سے مٹ جاوینگی خدا کی پناہ۔ بس اور نمازوں میں اور اس نماز میں جو فرق ہے وہ صرف اتنا ہے کہ اور نمازوں کی جماعت کو واجب نہیں ٹھیرایا گیا۔ اسکی جماعت کو واجب ٹھیرایا ہے۔ سوم یہ کہ اس میں خطبہ ہوتا ہے جو سارے جمعہ کی جان ہے اور جو جمعہ کی اصل غرض کا ایک جزو اعظم ہے

جمعہ کی ابتدا

پہلے بھی کہیں کہیں ذکر ہو چکا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت شریف کے بعد ہی کے تھوڑے ہی دنوں میں صحابہ کی کا بالیٹ کردی تھی اور یزکیہم کی تعمیل ایک ایک صحابی کی ہی ذمہ لگ رہی تھی۔ ان کی قلبی استعدادوں کا یہ حال ہو گیا کہ دین کی بڑی بڑی ضروری امور کی ضرورت کو وہ خود محسوس

کرنے اور پھر واپس آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اوس ضرورت کو پیش کرنے
یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کمال درجہ کی رحمت اور رافت تھی کہ وہ صحابہ رضہ کے دلوں میں
خود اون تمام امور کی ضرورت کو ڈال دیتا جنکا ہونا دین میں ضروری تھا گویا کبھی کبھی اللہ تعالیٰ آپ
نبی صلعم کو بعض امور کے وقوع کی علی پیشگوئی کا محل بنا دیتا۔ ان میں سے ایک واقعہ تو وہی ہے
جو اذان اور نماز کے نام سے مشہور ہی۔ اور جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ واقعہ جمعہ کا ہے
اسکی ابتدا یوں ہوئی کہ مدنی مسلمانوں کے دلوں میں پیدا وگا جل وعلا نے یہہ بات ڈالدی
کہ یہودی لوگ ہفتہ کے روز اکٹھے ہوتے اور عبادت کرتے ہیں اور عیسائی اتوار کو آو ہم بھی کوئی
دن مقرر کریں۔ سو انہوں نے بلا علم اس امر کے کہ یہہ دن کیسا متبرک ہے اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے
دنوں میں سے ہے خود بخود ایک معمولی دن سمجھ کر اس کام کے لئے مخصوص کر دیا اسعد بن زرارہ رضہ
کے پاس جو اُن کا آمر تھا اکٹھے ہوئے انہوں نے دو رکعت نماز اپنی خوشی سے ان کو پڑھائی اور
خوب وعظ و نصیحت کیا اس سے پہلے اُس یوم کا نام اون میں یوم عروبہ کے نام سے مشہور تھا
انہوں نے اسکا نام بھی بدلا کر اسم با مسمی کر دیا یعنے یوم الجمعہ۔ یعنی صفا جتماع مسلمین اس کے
بعد اسعد بن زرارہ نے اس خوشی میں ایک بکری بطور ضیافت حاضرین کے لئے ذبح کی اور ان کو
دونوں وقت کا کھانا دیا۔ اگرچہ یہہ کام صرف اپنے شوق اور تطوع پر مبنی تھا۔ مگر پیچھے یہی کام
اسلام کا ایک رکن اعظم قرار پایا۔ ادھر مدینہ کا یہ حال ہوا اب اُدھر مکہ کا حال سنیئے وہاں رسول اللہ کے پاس
جبرئیل ایک سفید شیشہ جسمیں ایک کالا نقطہ تھا لیکر آئے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
سامنے پیش کیا آپ نے پوچھا ای جبرئیل اس شیشہ میں یہہ سیاہ نقطہ کیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یہہ جمعہ ہی۔ اس کی یہہ حقیقت ہی اسکی وہ حقیقت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو جو مدنی لوگوں کا امام تھا یہہ خط لکھا اما بعد فانظر
الیوم الذی تجهر فیه الیهود بالزبور فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا
مال النهار عن شطره عند الزوال من یوم الجمعة فتقربوا الی الله
برکعتین۔ یعنی اے مصعب بن عمیر تم پہلے یہود کے اس یوم کا ملاحظہ کرنا جسمیں وہ اونچی
اونچی دبور کے گیت گاتے ہیں پھر یہہ کام کرنا کہ جمعہ کے دن سورج کے ڈھلنے پر اپنی

Marfat.com

عورتوں اور مردوں کو اکٹھا کر کے دو رکعت نماز ادا کرنا فرض کر اس شخص نے جوان کا امام تھا اس ہیئت کے ساتھ جو آجکل پڑھی جاتی ہے نماز پڑھائی اسعد بن زرارہ نے اگر یہ نماز وہ گانہ جمعہ کے روز ہی پڑھائی مگر وہ صرف اپنی خوشی سے تھی، اور یہ صعب نے جو پڑھائی تو وہ صرف حکم نبوی سے پڑھائی (مستفاد من التلخیص الحبیر کتاب الجمعہ)

غرض کہ سب سے پہلا شخص جس نے جمعہ کی نماز مدینہ شریف میں پڑھائی وہ اسعد بن زرارہؓ ہیں اب ہم اس واقعہ کو ابن ماجہ سے نقل کرتے ہیں اور بعد شش شیشہ والے واقعہ کو نقل کریں گے انشاء اللہ تعالے۔

عن کعب بن مالکؓ قال کنت قائد ابی حین ذھب بصرہ فکنت اذا خرجت بہ الی الجمعۃ فسمع الاذان یستغفر لابی امامۃ اسعد بن زرارۃ ودعا لہ فکنت حینا اسمع ذلک منہ ثم قلت فی نفسی واللہ ان ذا لعجزا انی اسمعہ کلما سمع اذان الجمعۃ لیستغفر لابی امامۃ ولا یصلی علیہ ولا اسألہ عن ذلک فلم ھو فخرجت بہ کما کنت اخرج بہ الی الجمعۃ فلما سمع الاذان استغفر کما کان یفعل فقلت لہ یا ابتاہ ادایتک صلوتک علی اسعد بن زرارۃ کلما سمعت النداء بالجمعۃ تم ھو قال ای بنی کان اول من صلی بنا صلوۃ

حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر میں ان کو ادھر ادھر لیجایا کرتا تھا جب میں ان کو جمعہ کے لئے لیجایا کرتا تھا اور وہ اذان سنا کرتے تھے تو ابوامامہ اسعد بن زرارہ کو دعا دیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ تو میں کچھ نہ بولا۔ آخر اکیدن میں نے جی میں کہا کہ بھائی یہ تو حماقت ہے کہ میں اپنے باپ کو جب کبھی وہ جمعہ کی ہانک سنتے ہیں تو ابوامامہ اسعد بن زرارہ کے حق میں دعا مانگتے ہیں، اور میں ان سے یہ کبھی نہیں پوچھتا کہ ابا جان! یہ آپ کیوں کرتے ہیں۔ خیر ایک دن اسی طرح صبح کو میں ان کو جمعہ کے لئے لے گیا۔ جب انہوں نے اذان سنی تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا مانگی میں نے کہا ابا جان! جب کبھی آپ اذان جمعہ سنتے ہیں تو ابوامامہ کے لئے دعا

الجمعة قبل مقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة في نقيع الخضمات في هزم من حرة بني بياضة قلت كم كنتم يومئذٍ قال اربعين رجلاً۔

مانگتے ہیں یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! یہ شخص ہے جسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پہلے حرہ بنی بیاضہ گاؤں میں نقیع خضمات پر رقبہ ہزم میں ہم کو جمعہ پڑھایا تھا میں نے پوچھا اس دن آپ جمعہ پڑھنے والے کتنے مسلمان تھے انہوں نے جواب دیا اسدن ہم چالیس آدمی تھے۔ **زاد المعاد** میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ بیہقی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح الاسناد کہا ہے۔

غرضکہ یہ تو ابتدا ہے اس جمعہ کی جسنے ابھی کل امۃ محمدیہ پر فرض ہونا تھا اور جسکے لئے پیچھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تحریری فرمان بھیجا تھا۔ اور جسکو مثال طور پر جبرئیل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف میں ایک سفید شیشہ کی شکل میں دکھایا تھا یہ ایک بڑی بھی حدیث ہے جو **زاد المعاد** میں بحوالہ مسند امام شافعی بروایت انس بن مالک درج ہے پھر جب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو سب سے پہلا جمعہ جو آپنے پڑھایا وہ مدینہ شریف میں قبیلہ سالم بن عوف کے درمیان بطن الوادی میں پڑھایا تھا۔ اور اس جمعہ کے بعد مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔

رکعات نماز جمعہ

جمعہ کی نماز کی صرف دو رکعت ہیں جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے خطبہ ہوتا ہے اور خطبہ سے پہلے کچھ سنن جنکی رکعات کی تعداد کم از کم دو اور زیادہ کی حد نہیں ہے اور بعد میں بھی کچھ سنن ہیں جنکی کم از کم تعداد دو ہے اور زیادہ سے زیادہ چار۔ بعض لوگوں نے جمعہ کی نماز سے پہلی سنتوں کو اٹھانے اور اسکو محض عیدین کی طرح عید کر دینے کے لئے مستقل مضمون اور رسالے لکھے ہیں مگر بے سود اور روشنی اور افراط سے خالی نہیں ہیں۔

خطبہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں اول حمد و ثنا بعد ش صلوٰۃ و تشہد ہوتا تھا۔ اس کے بعد کلمہ فصل اما بعد فان خیر الحدیث یا اصدق الحدیث

Marfat.com

ہ فان خیر الکلام یا اصدق الکلام کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمدؐ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اس کے بعد تکبیر پڑھے نصیحت۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کے روز کبھی بھی خطبہ نہ چھوڑنے سے بعض ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ خطبے کے وجوب کے قائل ہیں مثلاً امام مالکؒ شافعیؒ وابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور قاضی عیاضؒ نے اس مذہب وجوب کو عامۃ العلماء کی طرف منسوب کیا ہے **نیل الاوطار** مگر خود صاحب نیل الاوطار اس کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ محض مداومت فعل نبوی وجوب کے لئے کافی نہیں ہے آنحضرتؐ اور خلفاء راشدین کے خطبوں کا لب لباب یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کے سامنے انعام اللہ اور ایام اللہ کی تصویر کھینچ جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور مقربین پر اون کے صبر و شکر کے سبب سے جو جو انعامات دنیا میں ہوئے اور جو جو کچھ ان کے لئے اون کی آئندہ زندگی کے لئے تیار کیا گیا ہے مثلاً جنت وغیرہ اور جنت کے نعماء ہر قسم۔ اور نیز اسی طرح اللہ کے دشمنوں پر جو جو نقم اور جو جو عذاب ان کے فسق اور عصیان کے سبب سے دنیا میں ہوئے اور جو جو عذاب اون کے لئے اون کی اگلی زندگی میں ان کے لئے تیار کیا گیا ہے مثلاً جہنم اور جہنم کے اصل اور فروع ان سب کا سامنے نمونہ صفحہ آتا تھا جو کہ نصوص کتاب اللہ تبیین آیات بینات ہدایات لوگوں کو ہدی پر ہی طرح تجلیات تھے مثلاً اللہ کی ذات واجب الوجود کی توحید اسکی صفات جلال وجمال کی تزکیہ اور اس کے جمالی صفات کا ظلی اور مرضی پر اس کے رسولوں اور اولیاء کا مورد ہونا۔ اور اس کی جلالی صفات میں ظلی طور پر بھی مقرب سے مقرب ملک یا رسول کا نہ بھی عمل مورد نہ ہونا اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ایک قسم کی عبادت کو مختص کرنا اور ان عبادات کا مستحق اور اہل بجز اس کی پاک ذات کے کسی اور کو نہ جاننا۔ اسی طرح پر اس کے ملائکہ پر اسی طرح ایمان لانا کہ جو کتاب و سنت میں وارد ہے مثلاً یہ کہ یہ مخلوقات ہیں اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کی طرح اس کے بندے ہیں جن کا فرض کی طرح عاصی اور نافرمانبردار نہیں ہیں۔ ان کی خلقت نور سے ہی جس طرح یہ لطیف اشیاء اپنے اپنے محل میں اس محل کی سی شکل میں متشکل ہو جاتے ہیں اور وہ ان کے عین خمیر کا تقاضا ہوتا ہے اسی طرح پر یہ نوری چیزیں جو ہوا اور آگ سے بھی کہیں بڑھ کر لطیف ہیں انسان کی شکل میں بھی متشکل ہو جاتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رہے گرا دلیا۔ اللہ کے پاس انسان کی شکل میں متشکل ہو کر اللہ تعالیٰ کے خاص پیغام پہنچانے کے لئے آتے رہے ہیں۔ اپنی ذات اور صفات

Marfat.com

سیت اترتے رہے ہیں اسی طرح اب بھی رات دن اترتے چڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ رات کے فرشتے دن کو اور دن کے فرشتے رات کو اتر آ چڑھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی اور مخلوقات کی طرح علم غیب سے بالکل بے بہرہ ہیں اُن کو اتنا ہی علم ہے جتنا اوس علیم و حکیم نے ان کو عطا فرمایا ہے اللہ تبارک تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے دیگر مخلوقات کی طرح وہ بھی لاشئے ہیں۔

اسی طرح پر اسبات پر ایمان لانا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں وقتاً فوقتاً مختلف زبانوں میں مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں انبیاء اور رسول انہیں میں سے اُن کی ہدایت کے لئے بھیجے ہیں ان سب انبیاء اور رسل پر گو ہم اون کے نام اور ان کے دستور العمل سے واقف ہوں یا نہوں ایمان لانا ضروری بات ہے کسی نبی کو جھٹلانا یا کسی نبی کو انبیاء معلومین میں سے نہ ماننا ایمان کی بنیاد کو ڈھا دینا ہے جس طرح انبیاء اور رسولوں کی اصل تعداد کی حقیقت سے آگاہی نہیں ہے اسی طرح پر ان کی کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کا پتہ نہیں ہے۔ البتہ جن انبیاء کا نام قرآن نے یا سنت نبوی نے بیان کر دیا ہے یا جن جن کتابوں کا نام قرآن نے بتا دیا ہے ان نبیوں کو نبی ماننا اور ان کی کتابوں کو خدا کی کتاب جاننا ایمان کی ضروری حصوں میں ہے۔ تورات۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن۔ چار کتابیں ہیں جنکا نام قرآن نے لیا ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی نسبت اس طرح پر ایمان رکھیں کہ یہ کتابیں اپنے اپنے وقت میں خاص خاص نبیوں کو عطا کی گئی تھیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک جس جس قسم کی خرابی اور تحریف کیا تغلطی کیا اور جتنی ہونی ممکن تھی۔ سب ہو چکی۔ بلکہ بعض اوقات کے فاضلوں نے مجموعہ کتب بائبل کو یہاں تک پایہ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے کہ وہ ان کو محض جعلی اور فرضی تو وہ ملوما خیال کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ کسی چیز کا سچ اللہ تعالیٰ رتبے مبنی پر سے نہیں مٹاتا۔ ان کتابوں کے محرف و مبدل ہونے میں تو کسی محقق اہل نظر کو کلام نہیں ہے مگر پھر بھی اُن میں کچھ نہ کچھ آثار اگرچہ مردہ ہی کیوں نہوں پائی جاتی ہیں جن سے علوم الہیہ کا واقف بہت کچھ مطلب نکال سکتا ہے۔ ان کے مضامین کی نسبت ہم تصدیق صرف اوسی مضمون کی کرینگے جس کی تصدیق ان کا ناسخ اور مُصدِّق یعنے قرآن کریم کرتا ہے اور جس مضمون کی یہ تکذیب کرتا ہے اوس مضمون کی تکذیب کرنا ہمارا فرض عین ہے جس مضمون کی نہ تصدیق ہے نہ تکذیب مضمون کو اہل عقل جسکو خداوند تعالیٰ نے عقل دین عطا فرمائی ہے فوراً پاس طرف یا اس

میں داخل کر سکتا ہے اور جو ایسا نہیں اُسے کہ سکوت لانے ہے۔

بجز اہلیل اور چند قصص بنی اسرائیل میں ایسے اعلان کے جو بذریعہ آسمانی یا ان کی اپنی مخترع زمینی کتب تالمود میں منقول ہیں وہ کسی نہ کسی طرح خواہ بذریعہ کسی صحابی یا بذریعہ کسی مفسر قدیم یا جدید اسلامی تفسیروں یا کتابوں میں بلا سند کتاب و سنت داخل ہو گئی ہیں۔ ان کا اسلامی کتابوں سے چھانٹنا اور ان کو انہیں کے گھروں میں جہاں سے کہ یہ قصص درآمد کئے گئے ہیں پہونچانا اور ان کو قرآن و سنت نہ سمجھنا بھی ضروری ہے من بالقرآن والسنۃ کا ضروری کام ہے۔

اسی طرح پر قیامت کو ماننا اور نزع کے وقت سے شروع ہو کر فیصلہ کے وقت تک جو کچھ شرع میں وارد ہے اُسی طرح پر ایمان لانا جس طرح شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً مُتَوَفّٰی کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے بیٹھنے کے ساتھ قبر میں جو معاملہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ الی یوم الحشر بل الی حین الفصل۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے خطبے اور خلفاء راشدین کے خطبے اس قسم کے ہوا کرتے تھے کہ ان میں ایمان کی ضرورت بتائی جاتی تھی: ہر قسم کی توحید الٰہی عرفان۔ ایقان۔ اور یقین سے سینے بھرپور ہو جاتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرنے اور اُسکو ہر وقت یاد رکھنے و یاد رکھنے کی ترغیب و تحریص دلائی جاتی تھی۔ صرف وہ سنایا جاتا تھا جس سے عبرت مقصود ہوتی تھی افسوس صد افسوس نا اہل کے واعظین اور خطیبوں پر کہ ادھر اُدھر کی باتوں سے اپنا وقت گزارتے ہیں۔ بڑی مہربانی کریں تو موت کا ذکر سنا سنا کر سلا دیتے ہیں مگر موت سے ڈرانا بھی ضروریات سے ہے مگر میں پوچھتا ہوں تم نے موت سے ڈرایا تو سہی اور یہ بھی کہا کہ نیک کام کرو۔ پھر اس سے فائدہ یا مقصد بھلا کیا نکلا۔ سننے والے مر جاتے ہیں۔ مال اُن کے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ وہاں کی مٹی کی کیا بات ہے۔ اور ان کو ابتک پتہ نہیں لگا کہ ایمان کیا چیز ہے ایمان کی صفات کیا کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی ہستی توحید سے وہ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا کرنے والی باتوں کی انکو خبر نہیں واعظ و خطیب کیا قرآن کریم معاد اور معاش کی تمام باتوں سے بھرا ہوا نہیں ہے کیا تم نے کلام اللہ کی لطیف تعلیم سے واقفیت نہیں ہے کیا تم نے کبھی قرآن کریم کی تیسویں اور پہاڑوں کی پیدا کرنے والی آیات پر غور و تدبر نہیں کیا۔ اور کیا یہ طوطا کہانی اور ہوا۔ و ہوس کے

کتب مشہور و مقبول والوں نے اسرائیلیات کا نام تالمود یہ جو اہلیل وغیرہا ہماری کتابوں میں داخل کر دیں

فرضی قصوں سے یہ تمہاری ادھر ادھر کی کہانیاں اور بے سند اور لاطائل قصص اور یہ اباطیل نبی اسرائیل کے علاوہ کچھ زیادہ وقعت رکھتے ہیں؟ جس منبر کے اوپر تم چڑھ کر لوگوں کو یہ قصے کہانیاں سناتے ہو اس منبر پر آنسرور کائنات صلوات اللہ علیہ والتسلیمات لوگوں کے کلیجوں کو ہلاتے اور ان کو اس تھوڑے سے وقت میں ملکوت السموات والارض کی سیر کراتے تھے جابرؓ کی حدیث ذیل کو لوگ نہ صرف پڑھتے ہی ہیں بلکہ پڑھاتے بھی ہیں مگر غور نہیں کرتے۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ کانہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعۃ کھاتین ویقرن بین اصبعیہ السبابۃ والوسطی رواہ مسلم

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک لوگوں کو وعظ سناتے وقت سرخ ہو جاتا۔ آواز چڑھتا جاتا۔ اسوقت کی آپ کی حالت کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی فوج کے جرنیل ہیں اور لوگوں کو کسی ناگہانی تغیر سے یوں ڈراتے ہیں کہ دشمن تم صبح کو آپڑا شام کو آپڑا اور سبابہ اور وسطی انگلیوں کو ملا کر فرماتے ہیں میں قیامت ان انگلیوں کی طرح اکٹھے پیدا کئے گئے ہیں۔

غرضکہ خطبہ ایسا ہونا چاہئے جو تصیر اور پر تاثیر ہو اور خطیب وہ ہونا چاہئے جو جادو بیان ہو اور مضمون وہ ہونا چاہئے جس سے اسلام کے اصول اور فروع کا پتہ ہر ایک شخص کو لگتا ہے جب کوئی شخص وہاں سے اٹھے تو کچھ سبق اور تعلیم لیکر اٹھے۔ کیونکہ اصل مقصود خطبہ کا یہی ہے۔ **قرأت** نماز خطبہ سے لمبی ہونی چاہئے اور اس قسم کی ہونی چاہئے جو مضمون خطبہ اور یوم الجمعہ کے خواص سے بھری ہوئی ہو مثلاً اعلیٰ اور غاشیہ یا جمعہ و منافقون پڑھی جاویں جو مسنون ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی خطیب کو فقیہ فی الدین یعنی دین کا فلاسفر کہا ہے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

ان طول صلوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوۃ واقصروا الخطبۃ وان

کہ مرد کی نماز کی لمبائی اور اس کے خطبہ کی چھوٹائی اسکی فقاہت کی علامت ہے تم لوگ نماز کو لمبا کرو اور خطبہ کو چھوٹا

Marfat.com

من البیان سحراً ۔ رواہ مسلم

کہ بعض بعض بیان بھی جادو ہوتے ہیں۔ یعنی پُرتاثیر

عادت مبارکہ تھی کہ گھر سے آکر مسجد میں داخل ہوتے ہی حاضرین کو السلام علیکم کہتے اور پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف رخ کرکے دوبارہ السلام علیکم کہتے حدیث اگرچہ ضعیف ہے (سبل السلام) نمرہ کے لال لباس پر پھر آپ بیٹھ جاتے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر اذان کہنے لگتے۔ آپ اذان کے ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور خطبہ شروع کر دیتے۔ جیسا اوپر بیان ہوا ہے۔ پھر بعد شش قعدہ خفیفہ فرماتے (یعنی تھوڑی دیر بیٹھ جاتے) اور پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ پڑھتے۔ اس استراحت سے خطیب کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور لوگوں کا نشاط و سرور بھی دوبالا ہو جاتا ہے اس کے بعد آپ دوسرا خطبہ ختم کرتے ہی نماز میں داخل ہوتے۔ بعض ائمہ نے اس جلسہ کو اتنا ضروری سمجھا ہے کہ وہ اس کو واجب کہتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک غیر واجب ہے۔

فرائض سامعین

جب امام کھڑا ہو جاوے اور خطبہ شروع کر دیوے تو اسوقت سامعین کو ہمہ گوش ہو کر خطیب کی کلام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اُس کی ہر ایک بات کو اخذ کرنے کے لئے کان اور دل ہر وقت تیار رہیں۔ کسی قسم کی لغو حرکت نہ ہونی پائے حتیٰ کہ ان نچلے اعضاء کو بھی جو کسی نہ کسی حرکت کے کرنے سے باز نہیں رہتے اپنے بس میں رکھیں اس قسم کی مؤدبانہ ہیئت کے ساتھ اور اس طرح پر منتظر و مستعد ہو کر بیٹھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کمال توجہ اور محبت کے ساتھ کلام الٰہی کو سن رہے ہو۔ اس کے تدبر کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے جس اصلی غرض یعنی خطبہ کے سننے کے لئے تم کو استماعیت کی جاتی ہے پوری ہوتی ہے۔ اگر تم اسقدر مستعد ہو کر خطیب کی آواز تم کو نہیں پہنچ سکتی تو بھی چپ چاپ ہو کر بیٹھے رہو اور نہ حرکت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم کوئی بے تمیز ہو۔ کلام الٰہی کی طرف عدم توجہ نہیں ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ کچھ نہ ہوگا تو ہاتھ سے مسجد کی چٹائیوں کے تنکوں کو ہی پھاڑ مروڑ دیں گے۔ اس قسم کی حرکات عدم توجہ کے خلاف ہیں ایسے لوگوں کو حضرت صلعم نے اس قسم کی حرکات سے روکا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے ہی ایک شخص کو فرمایا تھا قد لغوت یعنی تو نے لغو کام کیا ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ کر بس اس نے لغو کام کیا اس کا مجھ نہیں ہوتا ہے یہی فرمایا کہ خطبہ میں بولنے والا گدھا

Marfat.com

خطبہ میں اونگھنا یا سو جانا سب سے بڑھ کر لغو حرکت ہے۔ اسکا علاج آپنے یہہ فرمایا ہی کہ اوس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ اٹھ کر چلا جاوے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین جمعہ کی تین قسمیں مقرر فرمائی ہیں ایک تو وہ شخص ہیں جو جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں مگر لغو حرکات کے سبب سے جمعہ کا اجران کو کچھ نہیں ملتا۔ وہ جیسے خالی آئے تھے ویسے ہی خالی چلے گئے دوسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ سے دعا مانگنے لگ جاتے ہیں پھر اگر اللہ چاہیگا تو اون کی اُس دعا کو قبول کرے گا چاہیگا تو نہ کرے گا تیسرے وہ لوگ ہیں جو جمعہ کی اصل غرض اور مقصود کو پورا کرتے ہیں یعنی یہہ کہ وہ بالکل دل اور کان ہی ہو جاتے ہیں۔ کیا معنے کہ وہ پہلے درجہ کی توجہ اور دلبستگی کے ساتھ خطیب کا وعظ سنتے ہیں اور پھر اسکے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جمعہ اگلے دس دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں ایک تو وہ جو اپنے ساتھ لغویت لیکر آتے ہیں پس جمعہ سے ان کا حصہ بھی وہی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو دعا کرنے کو آتے ہیں یعنی وہ یہہ آکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں سو خدا چاہے تو اون کی مانگی مراد دے اور نہ چاہے تو وہ نہ دیوے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو چپ چاپ دل بستگی کے ساتھ آتے ہیں اور کسی مسلمان کی گردن پر سے نہیں پھاندتے اور نہ کسی کو اذیت پہونچاتے ہیں۔ پس ایسے شخص کے لئے اگلے دس دنوں تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک نیکی کریگا اوسکو اتنی اتنی دس نیکی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحضر الجمعۃ ثلثۃ نفر فرجل حضرھا بلغو فذلک حظہ منھا ورجل حضرھا بدعاء فھو رجل دعا اللہ ان شاء اعطاہ وان شاء منعہ ورجل حضرھا بانصات وسکوت ولم یتخط رقبۃ مسلم ولم یوذ احدا فھی کفارۃ لما الی الجمعۃ تلیھا وزیادۃ ثلثۃ ایام وذلک بان اللہ یقول من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا

ذکرہ احمد وابو داؤد

(زاد المعاد)

Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ خطبہ کی حالت میں دعا سے بھی روکا ہے۔ تاکہ خطبہ کے اوس اصل مقاصد یعنے اصلاح اور انصاف میں کچھ رخنہ اندازی نہو۔

اثنار خطبہ میں جو شخص حاضر ہووے وہ کیا کرے۔

اثنار خطبہ میں اگر کوئی شخص آوے تو اسکو چاہئے کہ جہاں آ کر بیٹھے جگہ مل جاوے بیٹھ جاوے اوس سے کسی کو اذیت یا تکلیف نہ پہنچے۔ یہانتک کہ خطبہ کی کارروائی میں کسی طرح پر خلل نہو چھوٹی چھوٹی دو رکعت ادا کرے۔ بغیر ادا کئے ہرگز نہ بیٹھے۔ رسول خدا صلعم نے سلیک رضہ کو جو ایسی حالت میں حاضر ہوا تھا یہ ارشاد فرمایا تھا کہ بیٹھنے سے پہلے دو چھوٹی چھوٹی رکعتیں ادا کرلے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال دخل رجل یوم الجمعۃ والنبی صلعم یخطب فقال صلیت قال لا قال قم فصل رکعتین متفق علیہ (بلوغ المرام)

یعنی نبی صلعم جمعہ کا خطبہ کہہ رہے تھے۔ کہ ایک شخص آیا آپنے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھی؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لے جمعہ سے پہلے پہلے کچھ رکعات کا پڑھنا بعد شروع خطیب کے اس حال پر پڑھنے والے میں

ایمان ترجیحاً اسی طرح پر اسکے متعلق مسائل متعلق ایمان و عمل کہنا۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اور دو نہ دفعہ اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور اس کے رسول کی رسالت کی شہادت کا سننا اور پھر اس طرح پر سامعین کا منصت ہو کر سننا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ اوس خاکہ جو میں نماز جمعہ میں حاصل ہونیوالی اور جمعہ کی اصل روح ہے کس قدر دوبالا کر دیتی ہیں۔ غرضکہ جب اس طرح پر جمعہ پڑھا جا چکے تو پھر موذن یا اس کا کوئی قائمقام تکبیر اقامت کہے۔ اور صفیں درست ہو جاویں پھر خطیب نماز جمعہ پڑھا کر قرات اونچی پڑھے۔ قرات مسنون میں سورۃ الجمعہ رکعت اولی میں اور سورۃ المنافقون رکعت ثانیہ میں ہوتی تھی۔ اور کبھی اگر تخفیف منظور ہوتی تو رکعت اولی میں سبح اسم ربک اور رکعت ثانیہ میں ہل اتیک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔

جب نماز ادا ہو چکے تو اوس کے بعد دو رکعت نماز یا چار رکعت نماز ادا کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جا کر دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل شریف کے راوی ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو چار رکعت اور جب گھر میں جاکر پڑھتے تو صرف دو مسجد میں کبھی پہلے دو اور پھر اسکے پیچھے چار یعنی کل چھ رکعت پڑھتے

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالے عنه ان رسول الله صلعم کان یصلے بعد الجمعة رکعتین فی بیته رحمین۔

زاد المعاد)

عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے پیچھے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صم اذا صلے احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعة رکعات رتسلم

زاد المعاد)

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جمعہ پڑھ لیوے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھے۔ ابوداؤد میں ہے

عن ابن عمر رضہ کان اذا صلے فی المسجد صلے اربعا وان صلے فی بیته صلے رکعتین (ابوداؤد زاد المعاد)

کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور اگر اپنے مکان پر پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔

امام ابوعیسی ترمذی جنے اس مسئلہ کی نسبت بہت سے اقوال و مذاہب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہی ابن عمر رضہ جب مسجد میں جمعہ کے پیچھے نماز پڑھتے تو پہلے دو رکعت اور بعد ش چار رکعت ادا کرتے بہت سے اقوال اور رسول اللہ صلے اللہ کے فعل و امر مذکورہ بالا پر غور کرنے سے آخر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد اگر کوئی شخص صرف دو ہی رکعت پڑھ لیوے تو کافی ہے خواہ مسجد میں خواہ گھر میں جیسا کہ امام شافعیؒ اور بعض دیگر اہل علم کا مذہب ہے۔ (ترمذی) اور اگر اختلاف سے نکلنے کے لئے احوط مذہب کو اختیار کرے تو چار پڑھے اور بعض نے کہا ہے کہ مسجد میں پڑھے تو چار پڑھے اور گھر میں پڑھے تو دو

قرات مسنون

جس شخص نے ہمارے اس پہلے مضمون کو پڑھا ہوگا کہ اس جمعہ کے دن کتنے کتنے بڑے بڑے واقعات ظہور میں آچکے ہیں اور کتنے میں ہونے والے ہیں مثلاً اسی یوم میں آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ اسی یوم میں ان کا جنت سے نکلنا۔ اسی یوم میں اون کی توبہ کا قبول ہونا۔ اسی یوم میں اون کا مرنا۔ اسی یوم

Marfat.com

ام سابقہ کا بھیجنے رہنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا خود اسی یوم کو امتہ محمدیہ کے لئے اپنے خاص انعامات میں سے چن کر عطا کرنا۔ اسی یوم میں جن وانس کے سوائے کل مخلوقات کا کانپتے اور ڈرتے رہنا۔ اسی یوم میں قیامت کا آنا۔ اسی یوم میں جنت والوں کا جنت میں اور دوزخیوں کا دوزخ میں داخل ہونا۔ اسی یوم میں دیدار الٰہی کا نصیب ہوا کرنا۔ تو ایسے شخص کو اگر قرأت مسنون کا پتہ بتایا جاوے گا تو وہ خود بخود اس مناسبت کو جو اس قرأت کو خاص یوم کے ساتھ ہے جان لیگا۔ عادت مبارکہ تھی کہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الٓمٓ سجدہ اور رکعت ثانیہ میں سورۃ الدہر پڑھا کرتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں امور مسطورہ صدر میں سے بعض کا اجمال اور بعض کا تفصیلی طور پر ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان ہے کہ مومن مستمع کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے سب کا نقشہ کھنچ جاتا ہے مثلاً یہ کہ کس طرح انسان پیدا ہوا۔ کتنے دنوں میں یہ زمین وآسمان وما فیہما اس مالک کل نے بنایا اس بنانے میں حکمت کیا ہے۔ اس خلق سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا کیا ہے۔ اس دنیا کو بیشک پیدا نہیں کیا۔ اس دنیا نے کیا کل مخلوقات نے فنا ہو جانا ہے۔ فنا ہو جانے کے بعد حشر ہوگا۔ کچھ جنتی ہوں گے وہ جنت میں جاوینگے کچھ جہنمی ہوں گے وہ جہنم میں جاوینگے جنتی جنت میں کیوں جاوینگے اور دوزخی دوزخ میں کیوں جاوینگے آدم اور شیطان کی دشمنی کہاں سے ہوئی اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ وغیرہ وغیرہ۔ من الامور المشتملۃ علی التوحید والایمان والاعمال الصالحۃ۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں آپ رکعتِ اولیٰ میں سورۃ جمعہ اور رکعت ثانیہ میں سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کی نماز کو امد سورۃ الجمعہ کے بالخصوص پڑھنے سے جو غرض معلوم ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے یعنے یہ کہ اس نماز میں جمعہ کے پڑھنے کی فرضیت پائی جاتی ہے۔ اس سورت میں بتا دیا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے وقت کل کام کاج حرام ہو جاتے ہیں۔ اس سورت میں حکم دیا گیا ہے کہ رزاق روزی رساں کے سوا کسی اور کو رزاق نہ سمجھنا۔ اس قسم کے فاسد اور مشرکانہ خیالات کے سبب سے جمعہ کی نماز کو ترک کر بیٹھنا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زبان کو تر رکھنا تاکہ دین ودنیا کے فوائد کے دروازے تم پر کھولے جاویں مجمل تو بالخصوص اس آیت کے پڑھنے کے وقت مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا تیز جن لوگوں

Marfat.com

کے سر پر توراۃ لادی گئی پھر انہوں نے اسکو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی مثال ہے جو پیٹھ
کتابیں لدی ہیں۔ وہ تمام علماء نصب العین ہو جاتے ہیں جو ایسی ویسی شرطوں کی آڑ میں جمعہ کی
نماز کا اس ملک میں پڑھنا فرض نہیں سمجھتے۔ دوسری رکعت میں منافقون پڑھا کرتے تھے۔
جس سے سخت ڈرایا گیا ہے کہ جو لوگ محض ریا اور نفاق اور تقیہ کی خاطر نماز میں شامل ہوتے ہیں
ان کو اجر تو کوئی ملنے کا نہیں البتہ دوزخ کے درک اسفل میں جاویں گے اور مسلمانوں کو ڈرایا گیا
ہے کہ دنیا کا کوئی کام دنیا کی کوئی محبوب چیز تم کہ بیوی اور بچے بھی تم کو اللہ کی یاد بالخصوص جمعہ
کی نماز سے نہ روک لیویں زندگی کے یہ چار دن ہیں ان میں نیکی کر لو پھر کل کہو گے کہ کچھ دن زندگی
کے اور ملجاویں تو نیکی کر لیویں۔ یاد رکھو اسوقت کوئی منت سماجت منظور نہ ہوگی۔ اسی طرح پر اگر کبھی
تخفیف منظور ہوتی تو آپ رکعتِ اولی میں سبح اسم ربک اور رکعتِ ثانیہ میں ھل اتیک
حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے جو شخص ان دونوں سورتوں کے معنوں کو سمجھتا ہوگا وہ آپ
ہی جان جاویگا کہ مخلوقات کے مبدء و معاد کا ذکر بلکہ سچ پوچھو تو تمام ضروریات دینی کا مختصر خزانہ ان
دو سورتوں میں کھینچا گیا ہے۔

اب میں ناظرین سے پوچھتا ہوں کہ بھلا جو شخص اس طرح پر پہلے کچھ نوافل پڑھے پھر اس قسم
کا خطبہ سُنے بعد ش اس قسم کی سورتیں قیام میں سُنے بعد ش رکوع و سجود غیرہ وغیرہ کرکے
غرضکہ نماز سے فراغت پاوے اسکو تم بالکل گناہوں سے پاک نہ سمجھو گے؟ کیا اس قسم کی نماز کم از
کم دس یوم تک کافی نہ ہوگی؟ اب اپنے اپنے لیکچروں اور اپنی اپنی سوسائٹیوں کی تاثیر دیکھو اور
انصاف سے موازنہ کرو۔

اب ہم چند خواص جمعہ بیان کرتے ہیں امام سیوطیؒ نے نور اللمعہ فی خصائص الجمعہ میں ایک سو ایک خاصہ بیان کیا ہے (ختم الختام) امام
ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں تیس خاصے بیان کئے ہیں تو کتابیں ملیں تو پھر سفر السعادۃ و زاد المعاد کا گویا نذکس ہی قابل دید ہے
(۱) یہ دن یوم الجمع والاجتماع ہے۔ اس میں ہر قسم کے لوگ ادنے و اعلی قریب و بعید آ
ہوتے ہیں گویا اس دن کا جو اصل منشا ہے وہ ساتویں روز ہر ایک شخص کو یاد دلایا جاتا ہے یعنی
یہ کہ یوم اکبر میں بھی اسی طرح پر حشر ہوگا۔ اور اس کا پورا پورا نقشہ دیکھنا ہو تو حج کے دن عرفات

پر دیکھ لو

(۱۲) مسلمانوں کے لئے یہ ہفتہ وار عید ہے اور عید بھی کیسی عید اضحی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اندر جلد حاضر ہونیوالوں کے اجر کو ان کی حاضری کی جلدی کے اندازہ کے مطابق عید اضحی میں قربانی کرنیوالوں کے اجر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور حاضرین کی تقسیم بلحاظ ان کے جلد یا دیر میں آنے کی پانچ حصوں میں کی ہے اور نہانیکی صفت سب میں مشترک رکھی ہے جیسا کہ ابوہریرہ رض کی حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کا سا غسل کرے پھر (مسجد کو) جاوے تو گویا اس نے ایک اونٹ قربانی کیا ہے اور جو دوسری گھڑی میں جاوے تو گویا اس نے گائے ذبح کی اور جو تیسری گھڑی میں مسجد میں گیا تو گویا اس نے سینگدار مینڈھا ذبح کیا اور جو چوتھی گھڑی میں جاوے تو اس نے گویا ایک مرغی قربانی میں دی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا اس نے گویا ایک انڈا صدقہ میں دیا۔ پھر جب امام آنکلے تو فرشتے ذکر سننے کے لئے آموجود ہوتے ہیں

عن ابی هریرة رض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اغتسل یوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فکانما قرّب بدنة ومن راح فی الساعة الثانیة فکانما قرب بقرة ومن راح فی الساعة الثالثة فکانما قرب کبشا اقرن ومن راح فی الساعة الرابعة فکانما قرب دجاجة ومن راح فی الساعة الخامسة فکانما قرب بیضة فاذا خرج الامام حضرت الملائکة یستمعون الذکر۔

ان پانچ گھڑیوں کی بابت لوگوں نے بہت اختلاف کیا ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ پانچ مصنوعی گھڑیاں ہیں جو عرب میں اوّل بارہ حصوں میں سے پانچ حصے ہیں جنہیں تقسیم کیا گیا ہے اور ان سے وہ لوگ امام کے چھٹی گھڑی میں مسجد کے اندر آنے سے پہلے پہنچتے ہیں کہ قبل از زوال پڑھا جاتا تھا مگر یہ دلیل نہایت ہی بودی معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ گھڑیاں مصنوعی تقسیم کا حصہ نہیں ہیں بلکہ جمعہ کی ابتدائی وقت سے لیکر امام کے منبر پر چڑھ جانے تک یہ خفیف خفیف گھڑیوں ہیں اور یہ صرف زوال آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں اور حقیقت میں بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان گھڑیوں کو مصنوعی تقسیم

Marfat.com

شبا روزی کے ساتھ کچھ واسطہ نہیں ہے اس حدیث میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال درجہ کی ترغیب وتحریص مسلمانوں کو دی ہے کہ وہ امام کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے پہلے حاضر ہو جاویں اور یہ بات ایک پانچ منٹ کے اندر اندر حاصل ہو سکتی ہے

غرضکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب امام منبر پر چڑھ کر خطبہ شروع کرتا ہے تو اسوقت یہ گھڑیاں بند ہو جاتی ہیں حتے کہ فرشتے بھی جو ان لوگوں کی حاضری لگانیوالے ہوتے ہیں اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں قلم اٹھا لیتے ہیں اور خطبہ سننے کے لئے بدل وجان مستعد ہو جاتے ہیں فرشتوں کا ایسا ایسا کرنا اور ایسا ایسا لکھنا ایک اور حدیث مرفوع سے جو اسی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں مروی ہے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جب جمعہ کا دن

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر كمثل الذی يهدی بدنة ثم كالذی يهدی بقرة ثم كبشا ثم دجاجة ثم بيضة فاذا خرج الامام طووا صحفهم ويستمعون الذكر متفق عليه (مشكوة)

ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لکھتے رہتے ہیں پہلے کون آیا پھر کون آیا اور پہلے آنیوالے کی مثال اس شخص کی سی مثال ہے جو اونٹ قربانی کرتا ہے۔ پھر اس شخص کی سی جو گائے دیتا ہے پھر مینڈھا پھر مرغی۔ پھر انڈا۔ اور پھر جب امام گھر سے نکل کر مسجد میں آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔ اور ذکر سنتے ہیں۔

اس دن میں غسل کرنا اگرچہ

حدیث اول الذکر سے بھی پایا جاتا ہے مگر اور حدیثوں میں بھی اس کی کمال درجہ کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت مر کا یہ قول بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور منقول فی البخاری علی کل مسلم حق ان یغتسل فی کل سبعة ایام یوما۔ یعنی ہفتہ میں ایک دن نہانا ہر مسلمان پر واجب اور لازم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عباس نے وجہ بتادی کہ کیوں خاصکر کے جمعہ کی نماز کے لئے نہانا شروع میں مشروع کیا گیا ہے وجہ یہ

Marfat.com

بیان کی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ محنت مشقت کرکے اپنا گزارہ کیا کرتے تھے اور ان کاموں میں مصروف رہنے کے سبب سے ان کے کپڑے گندے ہوتے تھے اون کے جسموں سے پسینہ کی بو آتی تھی اور چونکہ جمعہ میں ہر قسم کے لوگوں کا آنا واجب ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ اول تو کل مسلمانوں کے سفاہ کیواسطے یہ حکم دیا جاوے۔ دوسرے یہ کہ نظافت کا خاصہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے بڑی بھاری امداد ہوتی ہے۔ اسواسطے نہانا عمدہ عمدہ کپڑے پہننا ہوسکے تو خوشبو وغیرہ بھی لگانا جمعہ کی دن جمعہ کی نماز کے لئے شروع قرار دئے گئے ہیں غسل کی تاکید یہاں تک بعض علماء نے کی ہے کہ وہ اسکے وجوب کے قائل ہیں۔ کیونکہ جبتک کسی امر کا واجب ہونا تسلیم نہ کیا جاوے تب تک وہ کام عمل میں نہیں آتا۔ بعض کہتے ہیں کہ غسل واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اون لوگوں کو جن سے بدبو آتی ہو نہانا واجب ہے اور جو ایسے نہوں ان کے لئے مستحب ہے

اگر کوئی شخص غیر قوموں کی سوسائٹیوں اور ان کے مجمعوں کو دیکھے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ساتویں دن میں اس قسم کی نظافت حاصل کرنا جہاں تک ہوسکے بلا تکلف و بلا اسراف خوشبو وغیرہ کا لگانا عمدہ سے عمدہ پوشاک کا پہننا ایسے امور ہیں کہ ان سے کسی ملک کا مہذب اور قواعد تمدن سے آگاہ ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سے اس ملک والوں کا جاہ و جلال پایا جاتا ہے۔ اور سرور و نشاط اور اعلیٰ درجہ کی شائستگی اور خوشی کے اظہار کرنے کے نشان ہیں بالخصوص ایسے ملک میں جہاں غیر قومیں بھی ملی جلی ہوتی ہیں جیسے دوں اور مجمعوں کا حسن انتظام تعلق کیا لحاظ تمدنی ضروریات کے اور کیا مذہبی حاجات کے ایسے امر کے سبب سے بوجہ اتم حاصل ہوتا ہے کاش ہمارے ملک کے **مانعین** اس سیر کو سمجھیں۔

(۴) جس طرح مروجہ مسلمانوں کی جماعت تمام غیر قوموں کے مجمعوں پر بدو نور لحاظوں کی حیثیت سے فائق ہے کہ ہیچ پرچو کوئی نسبت ہی نہیں اسی طرح جمعہ کی یہ تمام غیر قوموں کے میلوں عیدوں مجمعوں۔ ایسوسی ایشنوں۔ کانگرسوں اور سوسائٹیوں سے۔ بڑھ افضل اور اشرف ہے۔ عید کی عید ہے اور عید کے سبب سے جو جوش اور ولولہ دل پر پیدا ہوسکتے ہیں ان کے سوا کسی کے لئے نماز قائم کردی نماز بھی کیسی جسکے پہلے اس روز کی نظافت جسمانی۔ بعد خطبہ کے پہلے زائل ہو شر خطبہ۔ بعد شش قرات جہر اور پھر قرات بھی کیسی کہ تمام دنیوی لذات اور تمام جسمانی انہماکات کی مستاصل ہے یہی حال اور عید کا ہے۔ جو سال بھر کے بعد ہوتی ہے۔ دیکھو مضمون عید بن

Marfat.com

(۵) جمعہ کے دن سورہ کہف کا پڑھنا۔ خواہ کسی وقت سہی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة
سطع له نور من تحت قدمه الى عنان
السماء يضيئ به يوم القيامة وغفر له
ما بين الجمعتين ۔ (زاد المعاد)

کہ جو کوئی جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھیگا
اسکے پاؤں کے نیچے سے لیکر آسمان تک نور چمکیگا
اور قیامت کے روز اوس سے منور ہوگا۔ اور
دو جمعوں کے درمیان کے اسکے گناہ معاف کر دیجاوینگے

(۶) جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا۔ مسجد میں داخل ہو کر جہاں کسی کو بلا تکلیف دینے کی جگہ ملجاوے دو رکعت خفیفہ پڑھ کر بیٹھ جاوے۔ تاکہ آداب مسجد، خطبہ دونو مرعی رہیں۔ لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندے کسی کو اٹھا کر اوسکی جگہ نہ لیلیوے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ اس نماز میں فقیر بھی شامل ہوتے ہیں اور امیر بھی۔ اور اگر امیروں کی اس طرح کی رعایت رکھی جاوے تو بجائے اسکے کہ جمعہ کی نماز سے کچھ اخوت اور محبت اور مروت اور دل کی صفائی لیکر جاویں۔ الٹا نفاق اور شقاق لیکر اٹھیں گے۔ سواری وغیرہ اور آگے والوں کو اٹھا کر ان کی جگہ پر بیٹھ جانے سے روک دیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دو جمعہ کے بعد پھر غریب لوگ آنا ہی بند کر دیویں اس شرم کے مارے کہ وہاں تو امیروں کی خاطر ہوتی ہے۔ یا امیروں کا جانا ہی پھبتا ہے۔

(۷) وہ دن جسکا نام فرشتوں میں یوم مزید کے نام سے مشہور ہے اِسی دن ہوگا اور اوس میں جنتی اپنی اپنی جنتوں سے نکل کر ایک میدان میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا کرینگے اور اپنے اوسی قرب و بعد کے لحاظ سے جو اس دن میں امام سے خطبہ سننے کیوقت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قریب و بعید ہوں گے۔ ذیل میں زاد المعاد میں سے دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جو بروایت انس رضہ بن مالک دارقطنی کی کتاب رویہ میں سے منقول ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے ہفتہ بھر میں ایک دفعہ جمعہ کے دن اور عورتوں کے لئے سال بھر میں دو دفعہ دونوں عیدوں کو دیدار خدا ہوا کرے گا۔

عن انس بن مالك رضہ عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال اتاني
جبريل وفي يده كالمرآة البيضاء

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے
پاس جبریل آئے اور ان کے ہاتھ میں سفید

Marfat.com

فيها كالنقطة السوداء فقلت ما
هذا يا جبريل قال هذه الجمعة
يعرضها الله عليك ليكون لك
عيداً ولقومك من بعدك فقلت
وما لنا فيها. قال لكم فيها خير
انت فيها الاول واليهود والنصارى
من بعدك ولك فيها ساعة لا يسأل
الله عزوجل عبد فيها شيئاً هو
له قسم الا اعطاه او ليس قسم الا
اعطاه افضل منه واعاذه الله من
شر ما هو مكتوب عليه والا دفع
عنه ما هو اعظم من ذلك قال قلت
وما هذه النقطة السوداء قال
هي الساعة تقوم يوم الجمعة وهو
عندنا سيد الايام ويدعوه
اهل الآخرة يوم المزيد. قال قلت
يا جبريل وما يوم المزيد قال ذلك
ان ربك عزوجل اتخذ في الجنة
وادياً افيح من مسك ابيض فاذا
كان يوم الجمعة نزل على كرسيه
ثم حف الكرسي بمنابر من نور فيجئ
النبيون حتى يجلسوا عليها ثم حف
المنابر بمنابر من ذهب فيجئ الصديقون

شیشے کی سی کوئی چیز تھی اور پھر اسکے اندر
سیاہ نقطہ کی سا تھا مینے پوچھا اے
جبریل یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ جمعہ
ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو تیرے پیش کرتا
ہے تاکہ تیرے لئے اور تیرے پیچھے تیری امت
کے لئے یہ عید نجاے مینے پوچھا تمہارے لئے
اس دن میں کیا کیا ہے کہا اس میں آپکے لئے
ہر قسم کی نیکی اور بھلائی ہے اس میں آپ
سب سے اول رہیں گے آپکے بعد یہود اور
نصاے اور آپکے لئے اس میں ایک ایسی
گھڑی ہے کہ کوئی بندہ اوس میں اللہ سے
اگر کوئی ایسی چیز مانگتا ہے جو اس کی قسمت
میں پہلے ہی سے ہے تو وہ اسکو ضرور دیگا عطا
کرتا ہے اور اگر وہ شئی اسکی قسمت میں نہیں
ہے تو اوسکو اوس سے افضل عطا کرتا ہے۔
اور اس کو اوس شر سے جو اسکے نوشتہ میں
ہے محفوظ رکھتا ہے۔ یا ایک ایسی آفت سے
اسکو بچاتا ہے جو اوس سے زیادہ ہوتی ہے
مینے پوچھا بھلا یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے کہا
یہی تو وہ گھڑی ہے جو جمعہ کے دن میں ہوتی
ہے اور یہ دن ہمارے نزدیک سید الایام
ہے اور اہل آخرت اسکو یوم المزید کے نام
سے پکارتے ہیں مینے پوچھا اے جبریل

Marfat.com

والشهداء حتى يجلسوا عليها ويجلس اهل الغرف حتى يجلسوا على الكثب قال ثم يتجلى لهم ربهم عزوجل فينظرون اليه فيقول انا الذي صدقتكم وعدي واتممت عليكم نعمتي وهذا محل كرامتي فسلوني فيسئلوه الرضى قال رضائي انزلكم داري وانيلكم كرامتي سلوني فيسئلونه الرضى قال فيشهد لهم بالرضى ثم يسألونه حتى ينتهي رغبتهم ثم يفتح لهم يوم الجمعة ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر قال ثم يرتفع رب العزة و يرتفع معه النبيون والشهداء و يجئ اهل الغرف الى غرفهم قال غرفة من لولو لا وصل فيها ولا فصم او ياقوتة حمراء او غرفة من زبرجدة خضراء ابوابها واغلالها وسقفها وغلاقها منها. انهارها مطردة متدلية فيها اثمارها فيها ازواجها وخدمها قال فليسوا الى شئ احوج منهم الى يوم الجمعة ليزدادوا من كرامة الله عزوجل.

معہم المزید کیا ہے کہا یوم المزید یہ ہے آپ کہیں گے تیرے رب عزوجل نے جنت میں سفید سے سفید کستوری کا ایک میدان وسیع مقرر کر رکھا ہے جب جمعہ کا دن ہوا کریگا تو اس روز اللہ تعالیٰ عرش سے اتر کر اپنی کرسی پر نزول فرمایا کریگا۔ پھر اسکی کرسی کے گرداگرد نور کے منبر بچھ جایا کرینگے ان پر نبی آکر بیٹھ جایا کرینگے۔ پھر ان منبروں کے گرداگرد زریں منبر بچھ جایا کرینگے جن پر صدیق اور شہداء آکر رونق افروز ہوا کرینگے بعد ش اونچے اونچے محلوں والے جنتی آیا کرینگے اور وہ کستوریوں کے ڈھیروں[1] پر بیٹھ جایا کرینگے جب یہ سب کچھ ہو چکا کریگا تب اون کا رب عزوجل تجلی فرمایا کریگا۔ اور وہ اسکی طرف دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ میں وہ ہوں جس نے تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا اور جس نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا۔ یہ بخشش کی جگہ ہے سو اب جو مانگنا ہے مانگ لو۔ وہ اس کی رضا مانگیں گے۔ فرمائیگا رضا تو پہلے ہی سے ہے جس نے تمکو میرے گھر میں اتارا ہے میں تمکو بزرگی دینا چاہتا ہوں۔ مجھ سے مانگو پھر وہ اسکی رضا مانگیں گے غرضکہ اللہ تعالیٰ شہادت دیگا کہ میں تم سے راضی ہوں پھر

[1] ڈھیر اگر بڑی تعداد ہو اسکو کہتے ہیں چبوترہ۔

وہ اس سے مانگتے چلے جاوینگے۔ یہاں تک کوئی بھی ان کی خواہش باقی نہ رہیگی پھر وہ ان کے لئے جمعہ کے دن ایک ایسی چیز ظاہر کریگا جسکو نہ تو آنکھ نے ہی دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے اور نہ اسکا کسی بشر کے دل پر خیال ہی گزرا ہے بعد ش اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر چڑھ جائیگا اور ساتھ ہی تمام انبیا اور شہدا۔ اور اہل غرفہ اپنے اپنے محلوں میں چلے جاوینگے اور ایک ایک غرفہ (محل) یا تو ایک ایک ثابت موتی کا ہوگا جس میں نہ وصل (جوڑ) ہے نہ فصم (توڑ) یا ایک ایک یاقوت سرخ کا ہوگا۔ یا ایک ایک سبز زبرجد کا ہوگا ایسے کہ کوئی کسی چیز کا اور کسی رنگ کا۔ کوئی کسی چیز کا اور کسی رنگ کا۔ اون کے دروازے۔ ان کی زنجیریں۔ ان کی چھتیں اور تختے تبھی اسی چیز کے ہوں گے۔ اون کی نہریں رواں ہونگی۔ اون کے پھل چھکے پڑے ہوں گے۔ اون میں انکی بیویاں ہیں اور خدمت گار بھی جنتوں میں ان جنتیوں کو اور کسی چیز کی اسقدر طمع اور حرص نہوگی جسقدر کہ جمعہ کے دن کی۔ اور یہ خواہش اسواسطے ہوگی کہ اوس سے دن کو اور زیادہ تر نعمتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو۔ پس یہی ہے یوم المزید۔

اس حدیث کے اور جملے حق ہیں جن میں بھی سنن جنس کیفیتوں کی کچھ کچھ زیادہ وضاحت ہے مثلاً یہ کہ جنتی جب دیدار کرکے اپنے گھروں میں جاوینگے تو ان کی بیویاں ان سے پسند کرینگی کیونکہ نور الٰہی کے سبب سے اون کی شکلیں کچھ اور ہی سونق افسونہ ہوجائیں گی پھر آخر شب ہوتے ہوتے اون کی اپنی پہلی صورتیں ہی ہوجاوینگی اور یہ ہاں ان سے کہینگی کہ تم تو ہمارے پاس اب اور ہی شکل بن کر آگئے ہو وغیرہ وغیرہ۔

عیدوں کے نئے عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دنوں میں دیدار خدا ہوا کریگا جیسا کہ اس رقم کی حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ (قیامت) کو جب جمعہ ہوا کریگا تو مومن اپنے رب کو دیکھا کرینگے پس اللہ تعالیٰ سب سے پہلے دیدار کرنے والے وہی ہونگے جو جمعہ کو سب سے اول مسجد میں جایا کرتے ہیں اور مومن عورتیں اللہ کو فطر اور قربانی کے دن دیکھا

عن انس بن مالك رض قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم الجمعة زاى المومنون ربهم فيحدثهم عهدا بالنظر اليه من مكانه فى كل جمعة ويزداد المومنات يوم الفطر ويوم النحر۔

جنازہ

الایاسا کن القصر للعلی ، ستدفن عنقریب فی التراب ملک ینادی کل یوم ولد وللموت تبنوا الخراب

(او اونچے مکان میں رہنے والے ، تو جلد مٹی میں گاڑا جاوے گا ، اس (اللہ) کا ایک فرشتہ دن بھر پکارتا رہتا ہے لوگو موت کے لئے جنو اور ویران

قال تعالیٰ قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم الآیہ (جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو

(وہ تمکو ملنے والی ہے ۔) وقال ایما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ الآیۃ

(تم جہاں کہیں ہوگے تم کو موت پکڑے گی اگرچہ تم پکے محلوں میں ہی ہو۔ وقال کل نفس ذائقۃ الموت

(ہر جی نے موت کا مزہ چکھنا ہے) وقال کل من علیہا فان (جو کوئی زمین پر ہے وہ فنا ہونیوالا ہے) وقال انک میت وانہم میتون (اے پیغمبر تو نے بھی مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے)

جو کچھ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں وہ مُردوں کو زندہ کرنے اندھوں کو بینا کرنے بہروں کو شنوائی دینے اور گنگوں کو زبان دیتے ہاں ہر قسم کے بیمار کو شفا دینے کے لئے کافی وشافی ہے ۔ وللہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر ۔ لیکن ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے غفلت کی چادر میں اوڈھے ہوؤں کو مکفنوں کے سامنے لیجاتے ہیں اور کبھی بھی موت کو نہ یاد کرنے والوں کو موت کی صورت دکھاتے ہیں ! اور اللہ تعالیٰ سے اپنے انبار ہائے گناہاں کو دیکھ دیکھ کر کبھی بھی شرم نہ کرنے والوں کو ایک میت کے پاس لیجا کر سچا رونا رلاتے ہیں ۔ دنیائے مکارہ اور اس عجوزہ نابکارہ کی محبت کے لٹوؤں کو اوسی کی غداری اور بیوفائی کی ایک نظیر کبھی اسی جیسے دلدادہ کے گلاب لکدخوردہ دنیا کے پاس لیجا کر دکھلاتے ہیں ۔ آہ ! اب بھی اگر غفلت کو نہ چھوڑا ۔ دنیا دوں کے تعلقات کو نہ توڑا ۔ اس سراپا سراب کے فریبوں سے سونہہ نہ موڑا تو پھر معلوم شد کہ تمہارا ماوےٰ و ملجا وہی ہے جو کفار کے لئے تیار ہے ۔

چونکہ جنازہ تک نوبت پہونچنے سے پہلے پہلے عموماً کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہوا کرتی ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ ہم پہلے ان مسائل کا ذکر کریں جو شارع علیہ السلام نے بیماری کے متعلق بیان فرمائے ہیں اس تعلیم سے ایک عجیب قسم کا حظ اوس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کو اپنے رب کے ساتھ حسن ظنی ہو ۔ آس اور یاس کا جو حقیقی فرق ہے اس کی توضیح ان

کے پڑھنے سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیں کہ بیماری مومن کے لئے موجب فلاح ہے اور کافر کے لئے موجب جہنم۔

مرض

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کی حالت سراپا تعجب ہی تعجب ہے کہ وہ دونوں حالتوں میں یعنی بیماری اور صحت میں خوش رہتا ہے

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجبا للمومن ان اصابہ خیر حمد اللہ وشکر وان اصابتہ مصیبۃ حمد اللہ وصبر والمومن یوجر فی کل امرہ حتی فی اللقمۃ یرفعہا الی فی امراتہ (مشکوٰۃ)

مومن کی حالت عجیب ہے کہ اگر اسکو خوشی پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر کرتا ہے۔ اور اگر کوئی اسکو مصیبت پہنچے تو اس کا حمد اور اس پر صبر کرتا ہے۔ اور مومن کو اس کے ہر ایک کام میں اجر ملتا ہے حتی کہ اس لقمہ میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مومن ہر ایک فعل اور اس کی تاثیر کو ہر ایک چیز اور اس کے خواص کو اللہ تعالیٰ کا مخلوق سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہی **مؤثر حقیقی** جانتا ہے۔ پھر بیماری کیا اور صحت کیا۔ غمی کیا اور شادی کیا۔ وہ ہر ایک حالت میں حامد ہے اور صبر کے مقام پر صبر اور شکر کے مقام پر شکر کرتا ہے۔

بیماری میں چونکہ اخلاط بگڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اس لئے بعض کے پرزے اپنی اپنی جگہ سے اکھڑے ہوئے ہوتے ہیں اسواسطے لابد مریض کو بے قراری بے چینی اور بے آرامی ہوا کرتی ہے پس ایسی صورت میں مومن مریض بازی جیت لیتا ہے اپنے تمام گناہوں کی میل کچیل سے پاک ہو کر کندن کی طرح چمکتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی وہ قوتیں کامل درجے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اکثر صبر پر مداومت شوق خشوع اور ذل و عجز سے بھری ہوئی دعا اور یہ سب امور سب قسم کے گناہوں کو دور کر دینے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

Marfat.com

ہے کہ مومن مسلمان کو کوئی سی مصیبت یا تکلیف یا رنج یا غم کیوں نہ آوے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اُس تکلیف کے سبب سے دور کر دیتا ہے حدیث یہہ ہے۔

عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ہم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی شوکۃ یشاکہا الا کفر اللہ بہا من خطایاہ۔

متفق علیہ (مشکوٰۃ)

مسلمان کو کوئی ساد کہہ کوئی سی تکلیف کوئی بیماری کوئی سا رنج کوئی سا فکر کوئی سا غم پہونچے حتی کہ کانٹا بھی جو کبھی اسکو چبھتا ہے تو ان سب کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کرتا ہے۔

مریض کو کیا کرنا چاہئے

سچ پوچھو تو ہر وقت مومن کو اپنا وصیت نامہ اپنے پاس تیار رکھنا چاہئے کیونکہ اُس گھڑی کا پتہ نہیں اس کلام نبوی پر خیال کرنا چاہئے۔ انہ لا ینبغی لاحد ان یبیت الا ووصیتہ عند رأسہ اس کے سرہانے حقوق اور دیون ہوں اون کو نیک نیتی اور ایمانداری کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ہمیشہ اس تاک میں رہتا ہے کہ کسی کا کوئی حق یا دین میرے سر پہ باقی تو نہیں ہے۔ مگر جب مومن بیمار ہو جاوے تو پھر تو اس کو ضرور ضرور اپنے تمام حقوق کو اپنے سر پر سے اتارنا چاہئے۔ حقوق العباد کا اتلاف جنت میں نہیں جانے دیگا قال النبی ﷺ نفس المومن معلقۃ بدینہ حتی یقضی عنہ (بلوغ المرام) اگر اس کو خیال نہ ہے تو اسکو عیادت کنندگان آگاہ کر دیں۔ ہمارے ملک میں اسکو عیب سمجھا جاتا ہے کہ بیمار کو اس قسم کی باتیں سنانا گویا اسکو یہہ جتانا ہے کہ اب تو مرنے والا ہے یہہ بہت برا خیال ہے بیمار کو آخر مرنا ہے آج نہ مریگا کل مریگا اپنے وارثوں کو اسوقت اپنے ہوش و حواس کی صحت میں وصیت نہیں کر جانا تو پھر جب بیحس ہو جاویگا تو پھر دیون و حقوق عباد اپنے سر پر لیجاویگا۔ مدیون کا خانہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

تمنائے موت

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اس زندگی سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ لوگ چونکہ علی العموم اسرار حکم نبوت سے ناآگاہ ہوتے ہیں اسواسطے ان کی زبان سے ایسے ایسے کلمات و دعائیں نکل پڑتے ہیں کہ جو خود اون کے حق میں

قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی جگہ سے سمجھایا ہے کہ حیات مانگو کیونکہ موت موجب انقطاعِ اعمالِ صالحہ ہے مگر پھر بھی ایسا نہیں روکا کہ قطعی ممانعت کر دی ہو اجازت بھی دی ہے تو نہایت ہی مؤدبانہ الفاظ میں مانگنے کے لئے دی ہے مشکوٰۃ میں بخاری مسلم کی حدیث ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی دکھ کے سبب سے جو اسکو پہنچے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اسے یہ کام کرنا ہی ہے تو پھر یوں کہے "یا اللہ مجھے زندہ رکھیو تک کہ زندگی میرے لئے خیر ہے اور مجھے مار جب موت میرے لئے اچھی ہو۔ ان الفاظ نبوی صلعم پر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گونہ ممانعت بھی کر دی کیونکہ درمیان اتباع نبوت بالخصوص درمیان اتباع نبوت محمدی کے شان سے یہ بعید ہے کہ کوئی دکھ پہنچے تو پھر نہ ایوبؑ کی اتباع کریں نہ ابراہیمؑ کی سنت پر چلیں نہ کسی نبی مضرؑ کے طریق پر چلیں اور نہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی عمر نبوت کو ایک نمونہ سمجھ کر اسپر عمل کریں۔ کیونکہ جب تک دم میں دم ہے مومن کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونا ہے اسکی تکفیر سیئات و تخلیصات و زلات اسی طرح پر ہوتی رہتی ہے اور وہ اسی طرح پر ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف کی بھٹی میں پڑ پڑ کر ہر قسم کے ذنوب و خطایا کی میل کچیل سے پاک صاف ہو کر خالص سونا بنتا رہتا ہے قال اللہ تعالیٰ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (ملخصاً) اور ہم تم کو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار (زراعتی) کی کمی سے ضرور ہی آزمائیں گے۔

اس آیت سے مومن کے لئے ابتلا کا ہونا ضروری اور قطعی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المومن کمثل الخامۃ من الذرع تفیئہا الریاح تصرعہا مرۃ وتعدلہا مرۃ اخری حتی

مومن کی مثال اوس نرم نرم اور تر و تازہ گھاس یا نال کی طرح ہے جسکو ہوائیں ادھر اُدھر جھکاتی رہتی ہیں۔ کبھی تو اسکو زمین پر گرا دیتی ہیں اور کبھی اسکو

یأتی اجلہ ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی لا یصیبہا شیء حتی یکون انجعافہا مرۃ واحدۃ متفق علیہ (مشکوۃ)

پھر سیدھا کھڑا کر دیتی ہے اس کا یہی حال رہتا ہے حتی کہ اس کی اجل آجاتی ہے اور منافق کی مثال اوس صنوبر کے درخت کی طرح ہے جسکی جڑ ہے زمین میں دھسی ہوئی ہیں اور وہ برابر سیدھا زمین پر قائم ہے اسکو کوئی چیز بھی صدمہ نہیں پہونچاتی حتی کہ وہ یکدم جڑ سے اکھڑکر زمین پر گر پڑتا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے۔

مثل المومن کمثل الخامۃ من الزرع تفیئہا الریح تصرعہا مرۃ وتعدلہا اخری ویستمر المومن بصیبہ البلاء ومثل المنافق کمثل شجرۃ الارزۃ لا تہتز حتی تستحصد متفق علیہ (مشکوۃ)

مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے جسکو آندھی کبھی پر دھکا اور صدمہ پر صدمہ پہونچاتی رہتی ہے اور مومن کو سدا کچھ نہ کچھ مصیبت پہونچتی رہتی ہے اور منافق کی مثال ارزہ (صنوبر) درخت کی طرح ہے وہ کٹتا ہی نہیں تاوقتیکہ اسکا کاٹ نہیں دیا جاتا۔

غرضکہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ دکھ یا مصیبت سے تنگ آکر موت کی التجا کرے۔ ہاں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اس طرح پر تمنا موت کرنا مومن کی شان کے شایاں ہے۔ کیونکہ حیات تو صرف اعمال صالحہ کے کرنے کے لئے ہے اگر اعمال کا انقطاع یا ان کی قلت ہونے لگے تو پھر حیات سے کیا فائدہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سر سے واقف تھے جب ان پر بڑھاپا آگیا اور بہ تقاضائے عمر اعمال میں قلت ہونے لگی تو آپ نے موت کے لئے دعا مانگنی شروع کی تھوڑے دنوں میں ہی غرضکہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

عیادت

اس تمدنی دنیا میں سوسائیٹی کی سخت ضرورت ہے۔ اور سوسائیٹی تا نہیں سکتی تاوقتیکہ ممبران سوسائیٹی میں مواسات۔ مواخات۔ دوسرے کی خیرخواہی۔ غرضکہ ہر ایک کی بھلائی کی عادت نہو اور منجملہ مختلف قسم کے

Marfat.com

کی عیادت بھی ہے جب ایک شخص بیمار پڑتا ہے تو اُسکو دوسروں کی سخت ضرورت پڑتی ہے کوئی اس کی دلجوئی اور تشفی کے لئے درکار ہے کوئی اسکے واسطے اسکے مہیا کرنے کے لئے بکار ہے کوئی اس کے اُس تعلق کو جو خالق کے ساتھ ہے اور جو بالخصوص بیماری میں سب سے زیادہ مضبوط اور محکم ہو جایا کرتا ہے اور ہونا بھی چاہئے یاد کرواتا ہے۔

غرضکہ عیادت کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص اسکو عبادت سمجھ کر کرتا ہے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اجر مقرر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عیادت کی ترغیب و ترہیب میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے جس سے اسکے قبول کرنے اور اسپر عمل کرنے کو عین سعادت دارین سمجھتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال يا رب كيف اعودك وانت رب العالمين قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انك لو عدته لوجدتنی عنده يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنی قال يا رب كيف اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی يا ابن آدم استسقيتك فلم تسقنی قال يا رب كيف اسقيك

اللہ تعالیٰ قیامت کو کہیگا اے ابن آدم میں بیمار پڑگیا تو نے میری خبر نہ لی۔ وہ کہیگا اے میرے رب تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العلمین ہے۔ فرمائیگا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تو نے نہ جانا کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے نہ دیا۔ وہ کہیگا اے میرے رب تو تو رب العلمین ہے تجھے میں کیسے کھانا کھلاتا۔ فرمائے گا کیا تجھے پتہ نہ لگا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو نہ دیا کیا تو نے نہ جانا کہ اگر تو اسکو کھانا کھلا دیتا تو میرے ہاں اسکا اجر پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہیگا

Marfat.com

وانت رب العلمین قال استسقاك عبدی فلان فلم تسقه اما انك لو سقیته وجدت ذلك عندی رواه مسلم (مشکوٰۃ)

اے رب تو تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے پانی پلاتا! فرمائے گا میرے فلانے بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہ پلایا دیکھ تو اگر اسکو پانی پلاتا تو اس کا اجر اب پاتا

اسی طرح اور بہت سی احادیث کتب حدیث میں مرقوم ہیں طالب کو چاہئے کہ ضرور ان احادیث کو پڑھے یا کسی سے پڑھوا کر سنے یہاں بخوف تطویل زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

عائد یعنی بیمار پرسی کرنیوالا کیا کرے

عائد کو چاہئے کہ باقتدائے سنت نبوی مریض کے پاس جاکر اسکو تسلی و تشفی و دل جوئی کی باتیں سنائے صبر اور شکر اور اس کے نتائج سے اسکو آگاہ کرے۔ اوس سے دعا منگوائے۔ عادت مبارک تھی کہ بیمار کے پاس جاکر اوس کو فرماتے لاباس ان شاء اللہ۔ یعنی انشاء اللہ یہ تیری بیماری تیرے لئے موجب رحمت ہو تیرے گناہ دور کر دیوے گی کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی شخص بیمار ہو جاتا تھا تو حضرت رسالت پناہ اپنا داہنا ہاتھ اس پر پھیرتے اور فرماتے

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ)

اے رب الناس اس بیماری کو دور کر۔ تو شفا دے۔ کیونکہ تو ہی شفا دہندہ ہے تیری شفا بن کوئی شفا نہیں۔ ایسی شفا عطا کر کہ کوئی بیماری نہ چھوڑی۔

عثمان بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ درد تھا خدمت بابرکت میں پہونچکر عرض کی فرمایا جس جگہ تجھے درد ہوتا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ اور تین دفعہ پڑھ بسم اللہ اور سات بار پڑھ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (یہ کلمات اعوذ، دفعہ پڑھ حرز یمانی)

بسم اللہ بسم اللہ بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر

اسوقت ہے اور جسکو بڑھ جانے کا مجھ اندیشہ ہے

ہزار سے میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں"۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور درد اُن کا جاتا رہا۔ یہ قصہ مسلم میں ہے (مشکوٰۃ)

ابو سعید رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ بیماری ہے فرمایا ہاں۔ پھر جبرئیل نے یہ دعا پڑھی

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

میں اللہ کا نام لیکر ہر ایک موذی چیز اور ہر ایک شخص اور حاسد آنکھ کے شر سے تجھ دم کرتا ہوں۔ اللہ تجھے شفا دے اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے اور سات دفعہ یہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس بیمار کو شفا دیتا ہے بجز اُس صورت کے کہ اُس کی موت آچکی ہو۔ دعا یہ ہے۔

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ابوداؤد ترمذی۔ (مشکوٰۃ)

میں اللہ عظیم سے جو رب عرشِ عظیم ہے تیری شفا کے لئے دعا کرتا ہوں۔

حضرت ابو الدرداء رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے۔ کہ جس کوئی بیمار ہو جاوے یا اُس کے پاس اُسکا کوئی اور بھائی اپنی بیماری کا حال بیان کرے تو وہ یہ دعا پڑھے۔ بس وہ اچھا ہو جائیگا۔

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ

ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے تیرا نام پاک ہے۔ تیری حکومت آسمان اور زمین میں ہے۔ جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے اسی طرح اپنی رحمت زمین میں کر دے ہمارے بڑے اور چھوٹے قصور بخش کہ تو ہی

Marfat.com

اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ	گناہ معاف کر۔ تو پاکوں کا رب ہے اس بیمار پر اپنی رحمت میں سے رحمت اور اپنی شفا میں سے شفا نازل فرما۔

عیادت کفار

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وجود انسانی کے جسقدر اعضاء ہیں وہ خاص خاص اغراض کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جس غرض کے لئے آنکھ ہے اس غرض کو پاؤں یا کوئی اور عضو پورا نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس اور اعضاء کو سمجھ لو مگر پھر بھی بعض ایسے امور ہیں کہ وہ تمام اعضا کے ساتھ مشترک ہیں مثلاً دوران خون حیات وغیرہ۔ اسی طرح پر تمام بنی آدم کے اگرچہ مختلف سوسائٹیاں مختلف قومیں اور مختلف مذاہب بن گئے ہیں اور ان خصوصیات کے سبب سے بجائے خود ہر ایک فرقہ الگ الگ تمدنی دنیا بنگیا ہے اور ہر ایک میں معاسات و ہمدردی اور دیگر قواعد مولفات جاری ساری ہیں مگر ان تباعد و تباین پھر بھی بہت سے ایسے امور موجود ہیں جو تمام بنی آدم میں مشترک ہیں اور جن کا انفکاک محالات سے ہے۔ مثلاً معاملات۔ اخلاق انسانی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ازاں جملہ یہہ عیادت بھی ایسی ہی ہے۔ اسلام کا یہہ پہلا فرض ہے کہ رفق ندمی۔ اور تالیف قلوب سے ہر قسم کے ممکن اور مباح طریق سے کام لیا جاوے۔ اور سب قسم کے کفار کی مواسات کی جاوے۔ کئی ایک اصحاب رضؓ اپنے اسلام کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات بتلاتے ہیں۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ گھر میں پکاتے اس میں سے کچھ اپنے کافر ہمسایوں کے گھر میں پہنچاتے یہہ اُس مواسات نبوی کا نتیجہ تھا کہ آپکے اصحابؓ جنکے ساتھ کفر کی حالت میں مواسات ہوتی تھی اسلام قبول کر کے کل دنیا کے غمخوار بنے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا وہ بیمار ہو گیا آپ اس کی عیادت کے لئے اسکے گھر تشریف لے گئے۔ اوس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا کہ اسلام قبول کرے اُس نے اپنے باپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ گویا اُس نے باپ سے اجازت مانگی باپ نے اجازت دیدی۔ اور کہا کہ آپکا کہا مان لے۔ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے باہر نکلے اور فرمایا۔ الحمد للہ الذی انقذہ من النار۔ اللہ کی حمد ہے کہ

Marfat.com

اس کو دوزخ سے بچالیا۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ عیادت کے کلمات اس قسم کے ہوں جو اسلام کے مخالف نہ ہوں اور کفر کی رعایت یا تائید ان میں پائی نہ جاوے۔ تعزیت بھی اسی طرح ہونی چاہئے۔

تلقین مختصر

اگر مریض کے پاس بالخصوص ذکر آخرت اور ذکر الٰہی ہونا مناسب ہے۔ مگر جب معلوم ہونے لگے کہ اب وقت قریب آیا چاہتا ہے تو اسوقت نہ صرف وہیں پر بلکہ حاضرین عابدین پر واجب ہے کہ اس کو کم از کم لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں اور کوشش کریں کہ شہادتین کا ذکر اسکا ورد زبان ہو جاوے۔ اس کے سوا جو آپ پڑھنا شروع کر دیں۔ سورہ یٰسٓ پڑھیں۔ یہ ساری باتیں صحیح احادیث میں آچکی ہیں زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قریب المرگ کا یوم موت سب سے آخر یوم دنیا اور سب سے پہلا یوم آخرت ہے۔ اسوقت ایسی صورت میں اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ سلامتِ ایمان کے ساتھ یہاں سے رخصت ہووے۔

موت

یہی وقت تھا جسکے یاد کرنے کے لئے بار بار تاکید کی جاتی تھی۔ شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت۔ یعنی سب قسم کی لذتوں کو نابود کرنے والی یعنے موت کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو موت کی یاد بیشک غافل کی غفلت کو دور اور مومن کے ایمان کو زیادہ اور تازہ کرتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنی دنیا کے اندر تو اس طرح زندگی بسر کر کہ گویا تو کوئی پردیسی یا راہی ہے۔ اور خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقولہ تھا کہ

اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتک لمرضک ومن حیوتک لموتک رواہ البخاری	جب تو شام کرے یعنی شام کے وقت تک زندہ رہے تو پھر صبح کی انتظار نہ کرنا اور اگر تو صبح کرے یعنی صبح کے وقت زندہ رہے تو پھر شام کی انتظار نہ کرنا اور اپنی صحت میں سے اپنی مرض کے لئے کچھ لے لے اور اپنی حیات میں سے اپنی موت کے لئے کچھ لے لے۔

Marfat.com

خیر اُسکوئی شخص یاد کرے نہ کرے وہ ہر دم اُس کی تاک میں لگی ہے۔ آخر کو پکڑ لیگی۔

میت جب محتضر مرجاوے تو پاس والے اُسوقت اسکی آنکھیں بند کردیویں۔ اس کے سارے بدن کو ڈھانپ دیویں اسکو قبلہ رو لٹا دیویں اور اسکو داہنے پہلو پر لٹائیں۔ ہمارے ملک میں صاف ظاہر ہے کہ میت کا سرہانہ پہاڑ کی طرف ہوگا اور اس کی پائنتی دکھن کو۔ اور یہی میت اُس کی قبر کی ہوگی۔

میت کو پیٹھ کے بل چت لٹا کے رکھنا ایک قبیح منظر اور غیر مہذب قوموں کے ساتھ تشبیہ ہے موت اصل میں نیند کی بڑی بہن ہے تا یہ سلیم فطرت ہمیشہ داہنے پہلو پر لیٹا کرتے ہیں۔ میت کا بھی یہی حال ہونا چاہئے۔ دیکھنے والوں کی نظروں میں یہ دوسری صورت بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص سوتا پڑا ہے نیز اس سے دیکھنے والوں کے دلوں میں ایک قدرتی تاثیر پیدا ہوتی ہے کہ یہ شخص مرتے دم تک قبلہ روئے ہی رہا ہے اور اسی ملت پر مرا ہے جس پر یہ زندگی میں عمل کرتا تھا۔ گویا بصورت ظاہری ایسی میت اس آیت پر عمل کرتے کرتے مری ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون یعنی مسلمانو! اسلام ہی کے حالت میں مریو۔ آنکھوں اور سارے بدن کے ڈھانپنے میں بھی وہی مصالح اور اسرار ہیں جو اوپر بیان ہوتے ہیں اسکا چہرہ اگر کھلا ہے یا اس کی آنکھیں اگر بند نہ کی جاویں تو اس کی شکل مہیب اور ڈراونی نظر آتی ہے اور اس سے ایک گونہ لوگوں میں وحشت اور نفرت ہوتی ہے جو ایسی وقتیں ہرگز ہونی چاہئے۔

ضرورۃً میت کا پیٹ چاک ہوکر سیا جا سکتا ہے

اگر یقین ہو کہ میت کے رحم میں بچہ ہے یا اس کے شکم میں کوئی قیمتی چیز ہے تو وہ ضرور شکم چاک کرکے نکال لینی چاہئے پھر سی کر دفن کردی جاوے۔

غسل میت

شہید میدان کے سوا باقی تمام مسلمان مُردوں کو غسل دینا زندہ مسلمین پر واجب ہے۔

غاسل کون ہووے جہانتک ممکن ہو غسل دھندہ ایسا شخص ہونا چاہئے

جو محل امانت و محل ستر میت ہو۔ پس بیوی کو خاوند خاوند کو بیوی غسل دیوے تو سب سے اچھا ہے اور اسی کو امام شوکانی رحمۃ نے بھی ترجیح دی ہے۔ کیونکہ ستر کے لحاظ سے تعلق زناشوی سے بڑھ کر کوئی اور تعلق دنیا میں موجود نہیں ہے۔ جمہور اگرچہ ترجیح کے قائل نہیں ہیں مگر جواز کے سب ہیں اور احادیث ذیل شہادت میں پیش کرتے ہیں اور بعض نے کسی خاص وجہ سے اس کا انکار کیا ہے مگر وہ وجہ کافی نہیں ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من البقیع فوجدنی وانا اجد صداعا فی راسی وانا اقول وارأساہ فقال بل انا یا عائشۃ وارأساہ ثم قال ما ضرک لو مت قبلی فقمت علیک فغسلتک وکفنتک وصلیت علیک ودفنتک (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان بقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر آئے اور دیکھا کہ میں درد سر میں مبتلا ہوں اور یہ کہہ رہی ہوں کہ ہائے سر! ہائے سر! آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی میں بھی تو کہتا ہوں اے سر! اے سر! لیکن درد کے لحاظ سے میں اور تو برابر ہیں۔ مگر نتیجہ ایک نہیں ہے) اس کے بعد فرمایا اگر تو مجھ سے پہلی مرتی اور میں اللہ کو تجھے غسل دیتا۔ اور کفن پہناتا اور تیرا جنازہ پڑھتا۔ اور تجھے دفن کرتا تو تیرا کیا بگڑتا ہمیں اشارۃ سمجھایا گیا ہے کہ تجھ سے پہلے اس جہان سے رخصت ہونے والا ہوں اور اگر تو مجھ سے پہلی مرتی تو میں تجھے غسل وغیرہ دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ اس وعدے سے تو مرنے کی نہیں البتہ میں تجھ سے پہلے اس جہان سے رخصت ہونے والا ہوں اور اگر تو مجھ سے پہلی مرتی تو میں تجھے غسل وغیرہ دیتا۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لو کنت استقبلت من امری ما استدبرت ما غسل النبیؐ غیر نساۂ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو بات اب مجھے میرے خیال میں آئے کاش یہ پہلے دل میں سمجھتی تو نبی صلعم کے مردوں کے سوا کوئی آپ کو غسل نہ دیتا۔

Marfat.com

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ رضہ کی موجودگی میں عمیس بنت اسمار زوجہ صدیق اکبر نے غسل دیا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت بھی یہی تھی اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل بھی یہی کیا یعنے یہہ کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا غرضکہ اگر یہہ صورت نہو سکے تو پھر مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیویں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضہ نے غسل دیا اور آپ کی بیٹی زینب رضہ کو عورتوں نے اور اگر کوئی ایسا اتفاق نہو کہ مردوں کے اندر کوئی اجنبی عورت مرجاوے اور کوئی عورت غسل دینے والی نہو یا اگر عورتوں کے اندر کوئی اجنبی مرد فوت ہوجاوے اور اسکو کوئی مرد غسل دہندہ نہو تو ان دونو صورتوں میں ایسی میت کو بلا غسل ہی دفن کیا جاویگا۔ گویا یہہ سمجھا جاویگا کہ ایسی میت کو پانی ہی نہیں ملا۔ (سبل السلام بحوالہ ابوداؤد) مگر غسل دیدینا اولیٰ ہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

کیفیت غسل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک دختر نیک اختر جنکا نام زینب رضہ تھا فوت ہوگئیں۔ ام عطیہ رضہ غسل دینے والیوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کیفیت غسل کی ارشاد فرمائی وہ اس صحابیہ رضہ کی زبانی ذیل میں درج کی جاتی ہے

قالت ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلنہا ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء و سدر واجعلن فی الآخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذنني فلما فرغنا آذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔

آپنے فرمایا کہ اس کو تین بار یا پانچ بار یا اگر مناسب ہو تو اس سے بھی زیادہ دفعہ غسل دینا اور پانی میں بیریوں کے پتے ملا لینا۔ پھر اخیر میں کچھ کافور ملا لینا۔ جب فارغ ہو لو تو پھر مجھے اطلاع دینا جب ہم فارغ ہوچکیں تو ہم نے آپکو اطلاع دی۔ پھر آپنے ہماری طرف اپنا تہبند پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس کے بدن کے ساتھ کا کپڑا اسی تہبند کو کرنا ایک روایت میں آیا ہے کہ بدأن بمیامنہا و بمواضع الوضوء یعنے اس کے داہنے اعضاء کی طرف سے شروع کرو۔ اور وضو کی جگہوں سے۔ ام عطیہ رضہ کا قول ہے

Marfat.com

کہ جنے اُس کے سر کے بالوں کو کنگھی کی اور تین چوٹیاں کر کے اس کی گردن کے پیچھے ڈالدیں ۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ غسل میں وِتکا لحاظ رکھنا غرض یہ ہے کہ جس طرح زندہ اپنا غسل کیا کرتا ہے اسی طرح میت کا غسل بھی ہونا چاہئے ۔ اول استنجا ۔ بعد ش وضو ۔ بعد ش سارے بدن پہ پانی ڈالنا ۔ داہنے اعضاء کی طرف شروع کرنا ۔ پانی میں بیری کے پتے ڈال لینا ۔ سارے بدن پہ کم از کم ایکبار یا موافق اقتضائے وقت ۔ تین بار ۔ پانچ بار ۔ سات بار ۔ وغیرہ پانی ڈالنا چاہئے اخیر دفعہ پانی میں کافور ڈالکر مل لینا چاہئے ۔ نہیں تو پیچھے ہی سہی ۔ بیری کے پتوں کی خاصیت ہے کہ وہ میل کچیل کو صاف کر دیتے ہیں ۔ بعض لوگ اس صابون کا کام لیتے ہیں ۔ اس سے کپڑے چھٹ کر لیتے ہیں ۔ میت کا بدن اس سے نرم ہو جاتا ہے ۔ غریب غریب آدمی کو بھی میسر ہو سکتے ہیں ۔ بار بار پانی ڈالنا بھی صرف زیادہ تنظیف کی خاطر ہے کافور کے سبب سے بدنِ میت سخت اور کڑا ہو جاتا ہے جلد تر اس میں تعفن پیدا نہیں ہوتا ۔ ایک تو اسوقت اژدحام کثیر ہوتا ہے اُن کے سبب سے بھی ہوا میں کثافت پیدا ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مردہ شی کا خاصہ ہے کہ بہت جلد سڑنے اور گلنے لگ جاتی ہے ۔ موذی خزندے اس کے سبب سے میت کے نزدیک نہیں آتے ۔ کافور نہ ہو تو مشک ہی سہی بشرطیکہ اسراف نہ ہو اور اگر صابون میسر ہو تو وہ بھی مل لیا جاوے ۔

کفن ۔ جب غسل تشریعی ہو چکے تو اب کفن کی ضرورت پڑی یعنے ایک ایسے کپڑے کی جس سے میت سر سے لیکر پاؤں تک ڈھانپ دی جاوے ۔ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے کپڑے کا ہونا جس سے میت کا سارا بدن ڈھک سکے واجب ہے ۔ اور کفن میت پر فرض ہے کہ ترکہ میں سے بعد ادائے دین مقدم کفن میت کے لئے تیار کیا جس حیثیت کا مرد ہو اوس سے زیادہ قیمتی کپڑا منگانے میں اضاعت اور اسراف ہے ۔ شارع علیہ السلام نے اس سے سخت روکا ہے ۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ اب تو وہی معاملہ ہے کہ مردہ بدست زندہ ۔ اب اس کا معاملہ اور تعلق تم سے ٹوٹا ۔ اور اپنے رب سے جا ملا ۔ اگر کمی میت کے ساتھ مکن سے مکن بچرستی کرے گا تو کیا ۔ اور اگر اصلی حرمت اور قیمتی سے قیمتی کپڑوں میں کفن کرے گا تو کیا ۔ اور ان دونوں باتوں سے میت کا نہ نقصان ہے نہ نفع ۔ ملا دوگے تو کیا ۔ مردہ سے عمدہ کفن کے صندوق میں مدفون کرے تو کیا اوسکی اوپر کی پکی اینٹیں نہ ڈوگے تو کیا ۔ اگر میت

Marfat.com

کا ایمان وعمل ٹھیک نہیں تو یہہ ساری تمہاری آشائش کا رسوائیاں اسکو کچھ نفع نہیں دے سکتیں
غرضکہ شارع علیہ السلام نے اس کفن کی اضاعت و اسراف سے روکا ہے اس کی حیثیت کے
مطابق جو کفن بنانے کا حکم دیا ہے تو اسی واسطے کہ وہ ہم میں سے ایک تھا وہ ہماری جنس کا
تھا۔ اسکے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جاوے کہ اس کی تعظیم و تکریم میں بھی خلل واقع نہ ہووے
اور مال کا نقصان بھی نہ ہو۔ جہلا اس وقت اپنی جھوٹی اور بے وقت کٹی ہوئی ناک کو بچانے
کے لئے سخت بدعات کے مرتکب ہوکر اضاعت مال میں اول نمبر رہنا چاہتے ہیں۔ اسکی
بابت ہم ابھی لکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ کہ لوگ میت کے سبب سے نہیں بلکہ اپنی کرتوتوں کے سبب سے
اجڑ جاتے ہیں۔ لٹ جاتے ہیں۔ اور اپنا گھر بار برباد کر دیتے ہیں۔

غرض کہ کفن حیثیت سے بڑھ کر نہ ہو اور حیثیت سے کم بھی نہ ہو۔ بخل اور امساک بھی بری بری
چیز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن
کفنہ رواہ مسلم (بلوغ المرام) "تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی کو کفن پہنائے تو عمدہ
کفن پہنائے" رنگین کپڑوں میں سجاوٹ۔ اور زینت اور تفاخر کے لئے میت کو لپیٹا نہ جاوے
قدرتی رنگ میں لپیٹنے کے لئے ارشاد نبوی ہے۔ قولہ البسوا من ثیابکم البیض فانھا
من خیر ثیابکم وکفنوا فیھا موتاکم رواہ الترمذی وغیرہ (بلوغ المرام)
"یعنی سفید کپڑا پہنا کرو۔ کیونکہ یہہ سب سے بہتر کپڑے ہوتے ہیں۔ اور انہیں میں سے اپنے مردوں
کو کفن پہنایا کرو" غرض یہہ ہے کہ کپڑا نہ تو ایسا کم درجہ کا ہو کہ اوس سے میت کی ستر پوشی
بوں میں بیجا اور نہ ہی ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو کہ اوس سے مال کی اضاعت ہوتی ہو تیسرے
یہہ کہ کپڑا رنگین نہ ہو۔ سفید ہو۔ ہاں اگر سفید کپڑا دستیاب نہ ہو سکتا ہو تو یہہ دوسری
بات ہے۔

مرد کے لئے کتنے اور عورت کے لئے کتنے کپڑے چاہئیں

میت کے لئے ایک کپڑا جس سے میت کا سارا بدن بخوبی ڈھک سکے کافی ہے۔ نووی میں ہے کہ مرد کے لئے تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ کپڑے مستحب ہیں اور پانچ سے زیادہ کپڑے دونوں کے لئے داخل

Marfat.com

اسراف ہیں۔ سب سے افضل بات یہ ہے کہ مرد کے لئے کپڑے تین سے کم نہوں اور عورت کے لئے پانچ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین جامہ میں کفنائے گئے ان میں عمامہ اور قمیض نہ تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے باقتدار حضرت رسالت آب صلے اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں کفنانا اور ام کلثوم بنت دختر نیک اختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پانچ کپڑوں میں کفنائی گئیں۔ **نیل الاوطار** میں بعد نقل وجوہ حدیث کفن ام کلثوم یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث عورت کے کفن کے لئے ان پانچ کپڑوں کے مشروع ہونے پر دال ہے۔ تہ بند۔ کورتہ۔ دامنی۔ چادر۔ لفافہ۔ اور مرد کے لئے یہ تین کپڑے ہیں۔ تہ بند۔ چادر۔ اور لفافہ۔ (سب سے بڑی چادر جو سب سے نیچے بچھائی جاتی ہے اور جس میں سب میت کو لپیٹا جاتا ہے) تہ بند کے بجائے کورتہ بھی مشروع ہے جیسا کہ **مسک الختام** **سبل السلام** (دونو بلوغ المرام کی شرحیں ہیں) میں حدیث کفن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں دی سن عائشہؓ کی تخریج میں بسط تمام بیان کیا گیا ہے۔

طریق تکفین مرد اگر تہ بند کورتہ اور لفافہ ہو تو پہلے لفافہ سب سے نیچے بچھا دو۔ اس کے اوپر کورتہ کی پشت۔ ایسا کورتہ سیا ہوا نہیں ہوتا اور ہمارے ملک میں اسکو الفی یعنے کفنی بھی کہتے ہیں۔ نیز اسی لفافہ پر تہ بند بچھایا جاوے جو ناف سے لیکر ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ پھر میت کو لٹا کر پہلے کورتہ پہنا دو پھر تہ بند پھر لفافہ۔

مسک الختام میں بحوالہ کتاب **مصفی** لکھا ہے کہ مردوں کے حق میں ان دونوں طریقوں میں سے جو نسا چاہو عمل کرو ایک تو وہ ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی تہ بند اور کورتہ اور لفافہ۔ کا مگر اس میں زیادتی یہ ہے کہ کورتہ خواہ سیا ہوا ہو خواہ نہ سیا ہوا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ تین لفافے ہوں یعنی تینوں ہی لمبی چوڑی چادریں ہوں اور ان میں سے جو سب سے بڑی اور لمبی چوڑی ہو وہ سب سے نیچے بچھائی جاوے اس کے اوپر دوسری چادر اور پھر تیسری۔ پس میت کو پہلے سب سے اوپر کی چادر میں لپیٹیں پھر دوسری چادر میں پھر سب سے نیچے کی چادر میں۔

طریق تکفین عورت۔ پہلے بنت قالف ۲ پھر تکفین ام کلثوم دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سو اوپر

Marfat.com

وہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیئے گئے تھے انہوں نے کہا کہ پیراہن (قمیص) کو تو پھر خمار (سر کی چادر) اور دامنی پھر لفافہ (اوڑھنی یا چادر) سا پھر ایک اور کپڑا جس میں وہ صاحب اویس لپیٹے گئے تھے یعنی مرح یا لفافہ بخاری شریف میں حضرت حسن رح اہل بصرہ کا قول ہے کہ الخمسۃ الخامستہ یشد بھا الفخذان والوسط کان تحت الدرج یعنی پانچویں کپڑے سے دونوں رانیں اور درمیانی حصہ باندھ دیا جاویں۔ حدیث مسند احمد و ابوداؤد کی ہے اور منتقی الاخبار میں منقول ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سب سے اخیری کپڑے میں ام کلثوم رض لپیٹ گئیں گویا لفافہ سب سے پیچھے بچھایا گیا اسکے اوپر دوسری چادر بچھائی جاوے اس کے اوپر تہ بند اپنی جگہ پر رکھا جاوے۔ کفنی کی پیٹھ اسی چادر پر اس طور پر بچھائی جاوے کہ گردن میت آرام سے اسمیں پڑ سکے بس یہ چاروں کپڑے بچھا کر میت کو لٹا دے اور لٹانے ہی پہلے تہ بند کو لپیٹے پھر کفنی پہناوے پھر سر کی تین چوٹیاں کر کے یا تو تینوں ہی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دے یا بیچ کی چوٹی پیٹھ کے پیچھے اور ماتھے کی دونوں طرف کی چوٹیاں سینہ پر رکھ دے۔ پھر خمار (سر ڈھانپنے کی چادر یعنی دامنی) کو سر اور داڑھی پر دیں جس سے بال ڈھک جاویں اسکے بعد لفافہ یعنی نیچے کی چادر لپیٹ دی جاوے پھر ان سب کے پیچھے لفافہ یعنے سب سے نچلی چادر میں میت کو لپیٹا جاوے۔ بعض کتب فقہ حنفیہ میں بجائے تہ بند کے سینہ بند لنگوٹ سا لیکر گھٹنوں تک کفن کا داہنی طرف سے پہنانا اولیٰ معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی کی عادت تھی کہ جملہ امور میں داہنی طرف سے ابتدا کرتے تھے میت اگرچہ دھوئی ہوتی ہے مگر یہاں حال جو سر کے داہنی طرف کھڑا ہوا اسکا اور میت کا داہنا ایک ہی ہوتا ہے پس اس لحاظ سے پہلے داہنی طرف سے کفن کی ابتدا کی جاوے یعنی داہنی طرف میت کے اوپر رکھی جاوے اسکے اوپر بائیں طرف۔ مسک الختام میں ہے کہ مذہب کے دستور کے مخالف عرب میں داہنی طرف سے قبا پہنانے کا دستور ہے۔

کس جانب سے کفن پہنانا شروع کیا جاوے

لاوارث میت ۔ اگر کوئی لاوارث میت ہو تو پھر اوس شخص کے لئے جسکے زیر حمایت وہ رہا کرتا تھا اس کی تکفین کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی سعادت اور نیکی ہے۔ اگر اس نیکی سے محروم رہے گا تو خبر گورنمنٹ اسلامیہ پر فرض ہے کہ اس کی تکفین کرے۔ ہمارے ملک کی گورنمنٹ میں یہ قاعدہ جاری ہے والحمد للہ علی ذلک اگر گورنمنٹ بھی اس سے دست بردار ہے تو پھر تمام مسلم سوسائٹی مرتکب اثم ہے۔

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ لاوارثوں کے ماشی نبھاتے اون کے دیون و قرضوں کے لئے خود مدیون نبجاتے آپ کا یہہ کلام پاک نوح دلپر کندہ کرنے کے لائق ہے۔ انا اولی بالمومن من نفسہ فمن ترک دینا فعلی ومن ترک مالا فلورثتہ (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی) یعنی میں مسلمان پر خود اس کی جان سے بھی زیادہ شفقت کرنیوالا ہوں خبردار رہوں پس جو کوئی قرضہ چھوڑ مرا وہ میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ مرا وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

کفن نہ ملے تو پھر؟ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجاوے کہ میت کے لئے کپڑا میسر نہیں ہو سکتا تو مٹی اور گھاس یا جو کچھ میسر ہو اس کے ڈھانپنے کے لئے کافی ہے۔ ولیس فی الامکان غیر ما قد کان (بدر السالک)

جنازہ اسوقت تک جو کچھ ہم اس مضمون کی نسبت لکھ چکے ہیں وہ صرف بس میت کی تسلیم (ٹھیرو ہی) کے لئے تھے جنکے ارکن میت کے ساتھ جو جو سلوک شرعی حسبۃ للہ کرتے ہیں صرف اپنے لئے اپنی نیکی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اگر صرف نمود اور ریا اور سُمعہ کی خاطر کرتے ہیں تو اپنا اجر نہیں پاتے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ میت کی سچی خیر خواہی کی جاوے اسکے لئے مغفرت و بخشش کی جاوے اسکے گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگی جاوے اگر اسوقت میں یہہ کام اخلاص کے ساتھ نہ کیا جاویگا تو میت کے حق میں تم کچھ مفید نہ نکلے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ میت کے لئے جو نماز شارع علیہ السلام نے تجویز فرمائی ہے وہ اسی طرح اخلاص نیت کے ساتھ پڑھی جاوے۔ چونکہ اس نماز سے نہ صرف پڑھنے والے بلکہ علی العموم پڑھنے والے بھی عاقل بالغ ہیں سو اسکا سیکھنا ہر ایک مسلمان کو (مقتدی ہو خواہ امام) ضروری ہے۔ اسواسطے ہم یہاں مفصل طور پر اس کو لکھنا پسند کرتے ہیں۔

نماز جنازہ جب میت کا غسل اور کفن ہو چکے تو پھر اس کا جنازہ کسی پاک اور ستھری جگہ میں پڑھنا چاہیے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء اور اس کے بھائی کا جنازہ مسجد میں پڑھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے بھی مسجد کے اندر پڑھے گئے تھے۔ زاد المعاد میں ہے کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (بقیہ کی) عادت اور سنت نہ تھی کبھی کبھی ایسا بھی کر لیا کرتے تھے اور پھر اخیر میں جا کر لکھا ہے کہ مسجد سے باہر جا کر جنازہ پڑھنا افضل ہے واللہ اعلم۔

نیت نماز اس نماز کے لئے نیت یہ ہونی چاہئے کہ میں دعا مانگنے کے لئے کھڑا ہوں۔ نیت کے لئے کسی لفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

جماعت نماز یہ نماز بھی اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہوتا وجہ بھی ظاہر ہے کہ سامنے میت پڑی ہے تشبہ بسجود الی الغیر ہو جاتی ہے اس نماز کے پڑھنے کے لئے جماعت درکار ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت سے بچھڑ جاوے تو اکیلا بھی پڑھ سکتا ہے۔

امام اس نماز میں امام وہ شخص ہونا چاہئے جو میت کا اقرب یا ولی ہو۔ کیونکہ امام ضامن ہوتا ہے۔ میت کے ساتھ جسکو زیادہ تعلق ہوگا وہی سب سے زیادہ اسکے ہمدرد اور غمخوار ہوگا۔ اور وہی سب سے زیادہ اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کریگا باقی کو بھی اسی طرح اخلاص کے ساتھ دعائے مغفرت مانگنا چاہئے۔ اگر امام ایسا نہ ہو تو پھر کوئی اور متقی مخلص بندہ امام ہونا چاہئے۔ غرض یہ ہے کہ یہ نماز سرسری طور اور لاپرواہی سے نہ پڑھی جاوے۔ یہی تو وقت ہے اس کے ساتھ نیکی اور سچی خیر خواہی کرنے کا۔

موقف امام اگر میت مرد ہو تو اس کے سر کے مقابلہ میں اور اگر عورت ہو تو اس کے بیچوبیچ وسط میں کھڑا ہووے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔ اور اس سے ایک گونہ عورت کا ستر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ امام اگر اس کے وسط میں کھڑا ہوگا تو باقی تمام لوگوں کے لئے وہ اس عورت کی آڑ ہو جاوے گا۔

Marfat.com

صفوف

جہاں تک ممکن ہو صفوں کی تعداد میں زیادتی کی جاوے اور ان میں وتر کا خیال ضروری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک امر میں وتر کو پسند کیا کرتے اور فرماتے ان اللہ وتر یحب الوتر یعنے اللہ خود یگانہ ہے اور یگانگت کو پسند کرتا ہے جس طرح اور نمازوں کی صفوف کا حال ہے اُسی طرح اِس نماز کی صفوف کا۔ ترتیب صفوف بھی ویسی ہے اول مرد بعد فرش لڑکے پھر عورتیں۔ (دیکھو صفوف نماز) کیونکہ یہ بھی اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے اس کے لئے بھی تکبیر تحریمہ اور تسلیم ہے سلد بدر سالالہ)

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما من میت یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلاثۃ صفوف الا غفر لہ اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وحسنہ الترمذی ولہ شواھد (مشکوٰۃ)

کوئی ایسا مرد نہیں ہے کہ جس پر اتنے مسلمان نماز پڑھیں جو تین صفوں تک پہنچ جاویں اور وہ بخشا نہ جاوے یعنے ضرور بخشا جاوے گا اسی ابن ہبیرہ راوی حدیث بالا کا یہ دستور تھا کہ جب جنازہ پڑھنے والے تھوڑے ہوتے تو یہ ان کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے (ترمذی)۔ شارع علیہ السلام نے ایک ایک صف میں کھڑا ہونیوالوں کی تعداد نہیں بتلائی صرف صفوف کی تعداد کی زیادتی جس میں وتر کا لحاظ ہے بیان فرمائی۔ ایک ہی صف میں تین۔ پانچ۔ سات وغیرہ وغیرہ چھوٹی چھوٹی صفوں کے اشخاص جمع ہو سکتے ہیں۔ تین صفوں اور ایک صف کے لفظوں میں جو تفاوت ہے ان کی تاثیر بھی ویسی ہی ہے کان اور پھر دل پر جو تاثیر تین یا تین سے زیادہ سننے سے ہوتی ہے وہ ایک کے سننے سے نہیں ہوتی۔ عامی مسلمین جو مدارج احسان میں کچھ زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہوتے اگر سو بھی جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ مومن میت کے زلات وسیئات ان کے طفیل سے بخش دیتا ہے اور ایک حدیث میں ذکر ہے کہ چالیس آدمی ہیں کافی ہیں بشرطیکہ وہ مدارج احسان میں ترقی کرنے والے ہوں۔

ان دونوں حدیثوں کے لفظوں کو اگر غور سے پڑھا جاوے تو دونوں میں ایک سر سو مخالفت

Marfat.com

نظر نہ آوے بلکہ صاحب بصیرت کو صاف نظر آتا ہے کہ دونوں قسم کے مسلمانوں کی تعداد کی کمی بیشی خود ان کے اخلاص اور ایمان کی کمی بیشی کے موافق ہے۔ دو حدیثیں یہ ہیں۔

عن عائشة رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من میت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون للا شفعوا فیہ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

کوئی ایسی میت نہیں ہے کہ جس کا جنازہ سو مسلمان پڑھیں اور انہیں سے ہر ایک اس میت کے لئے سفارش کرے اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول نہ کرے یعنے ضرور ہی قبول کرتا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلاً لا یشرکون باللہ شیئاً الا شفعھم اللہ فیہ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

یعنی جس مسلمان میت کا چالیس آدمی جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ ذرہ شرک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی ان کی سفارش اس میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔

پہلی حدیث میں صرف مسلمین کا لفظ ہے اس کے ساتھ کوئی قید یا تخصیص اعلیٰ درجہ کی اخلاص اور توحید کی نہیں ہے صرف ان کی دینی ایمان کی قید معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوسری حدیث میں یہ قید موجود ہے پس تعداد کی زیادتی اخلاص کی کمی کو پورا کر دیتی ہے اور اخلاص کی زیادتی تعداد کی کمی کی کسر کو پورا کر دیتی ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کیفیت نماز جنازہ

جب اس طرح پر صفیں کھڑی ہو جاویں اور امام اپنے موقف میں کھڑا ہو جاوے تو پھر امام دونوں ہاتھ (دوسری نمازوں کی طرح) کندھوں یا کانوں تک اٹھا کر اور منہ سے اللہ اکبر کہہ کر اپنے ہاتھ جس طرح دوسری نمازیں باندھا کرتا ہے باندھے مقتدی بھی اسی طرح اس کی اقتدار کریں پھر دوسری نمازوں کی طرح سب کے سب دعائے استفتاح پھر اعوذ پھر بسم اللہ

Marfat.com

سورہ الحمد پڑھیں۔ امام کو چاہیئے کہ دوسروں کی تعلیم کے لئے سورہ الحمد باواز بلند پڑھے اور مقتدی اپنے سوچوں میں اور مقتدی دوسری جہری نمازوں کی طرح باواز بلند آمین پکار کر کہیں اسکے بعد امام قرآن شریف کا کوئی اور حصہ پڑھے۔ سورہ الھکم التکاثر تک مناسب معلوم ہوتی ہے اگرچہ کوئی خاص سورت مروی نہیں ہے۔ مقتدی چپ چاپ اس کو سنیں جب امام قرأت سے فارغ ہو چکے تو پھر باواز بلند اللہ اکبر کہے۔ یہ تکبیر گویا پہلی رکعت کا خاتمہ اور دوسری رکعت کا ابتدا ظاہر کرتی ہے۔ اس میں کوئی رکوع و سجود نہیں ہے۔ غرضکہ دوسری تکبیر کے بعد ہی نبی صلعم پر درود شریف جو ہر سورہ نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ تو مقتدی اور امام اپنے جی میں پڑھیں اور اخلاص کا خیال ضرور رکھیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ)

یعنی جب تم میت کا جنازہ پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعاء مانگو۔

جب درود شریف پڑھا جا چکے تو امام پھر تیسری تکبیر کو باواز بلند کہے یہ تکبیر گویا دوسری رکعت کا خاتمہ اور تیسری رکعت کا ابتدا بتاتی ہے اس تکبیر کے بعد ہے کہ تو اس میت کے لئے کل ادعیہ ماثورہ پڑھے وہ ذکر کی جاتی ہیں یہ ادعیہ ہم ابھی لکھتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ امام بھی اور مقتدی بھی سب کے سب اخلاص کے ساتھ اس کام کو کریں۔ اور پھر جب امام ادعیہ ماثورہ پڑھ کر فارغ ہو جاوے تو پھر وہ چوتھی تکبیر کو باواز بلند کہے اس تکبیر کے کہتے ہی دوسری نمازوں کی طرح اوسی حالت قیام میں سلام پھیر دیوے۔ اس کے بعد میت کو اٹھا کر قبرستان میں لیجانا چاہیئے اور ابھی ہم لکھتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ ساتھ گھر سے لیکر قبر تک یا صرف جنازہ تک ہی کس طرح چلنا چاہیئے۔ اور کیا کیا جائز ہے اور نماز جنازہ کے بعد لوگ جو جو بدعات کرتے ہیں اور جنکو ترک کرنا بس ضروری ہے ذیرو فیصلہ کا ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اول ہم ادعیہ ماثورہ لکھتے ہیں اسکے بعد وہ احادیث جن سے کیفیت نماز مسطورہ بالا ثابت ہوتی ہے لکھیں گے ادعیہ ماثورہ حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

(۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهٖ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَآءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ (مسلم)

الٰہی! اُس کو بخشدے پر رحم کر۔ اس سے درگذر کر۔ اس کو سلامتی بخش۔ اسکی مہمانی کو باعزت کر۔ اس کی قبر کو کشادہ کر اس کو پانی۔ برف اور اولوں سے دھو۔ (یعنی ہر قسم کے گناہ معاف کر اور ہر قسم کی پوری پوری (غفران بخش) اور گناہوں سے اسکو اس طرح پاک وصاف کر جیسے چٹی چادر کو میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے اس کے بدلہ میں اسکے (یہاں کے) گھر سے (وہاں کا) گھر (یہاں کے) گھرانہ سے (وہاں کا) گھرانہ (یہاں کے) جوڑے سے (وہاں کا) جوڑا بہتر عطا فرما اس کو قبر کے امتحان یعنی منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے میں پاس کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا

اوپر کی دعا روزوجا خیرا من زوجہ تک پڑھ کر اس کے آگے یہ کلمات پڑھے۔

(۲) وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ (مسلم)

"یعنے اور اسکو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر کی مار اور دوزخ کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ۔ رواہ احمد وابوداؤد وغیرھما

الٰہی ہمارے جیتوں اور مُردوں۔ حاضروں اور غیر حاضروں۔ چھوٹوں اور بڑوں۔ مردوں اور عورتوں (غرضکہ سب کو بخشدے) الٰہی ہم میں سے جسے تو زندگی بخشے تو اسکی زندگی اسلام پر رکھیو۔ اور جسے ماریں اسکی موت ایمان پر کیجیو۔ الٰہی اس مرنے پر صبر کرنے کا جو اجر ہم کو ملنا

Marfat.com

اور نہ ہم کو محروم کیجیو اور اس کے پیچھے ہم کو امتحان میں ڈالیو۔

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ رحمۃ)

الٰہی فلانا فلانے کا بیٹا تیری پناہ میں اور تیرے حوالے ہے۔ سو تو اسکو قبر کے امتحان اور دوزخ کے عذاب سے بچا یو کیونکہ تو وعدہ کا سچا اور پکا ہے الٰہی اُس کے گناہ بخشدے اسپر رحم فرما۔ تو ہی غفور رحیم ہے۔

(۵) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔ (رواہ ابو داؤد مشکوۃ)

الٰہی! تو ہی اسکا رب ہے۔ تو نے ہی اس کو پیدا کیا ہے۔ تو نے ہی اسکو اسلام کی راہ دکھائی۔ تو نے ہی اس کی جان قبض کی اور تو ہی اس کے باطن اور ظاہر سے بخوبی آگاہ ہے۔ ہم (تیری درگاہ میں اسکی طرف سے) سفارشی ہو کر آئے ہیں۔ تو اسکو بخشدے۔

(۶) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا وَاَجْرًا۔ (مشکوۃ)

الٰہی! اسکو ہمارے لئے جنت میں سے پہلے جانے والا اور ہماری لین دوری اور ہمارا گودلم اور اجر بنا۔

ان حدیثوں میں جو تذکیر و تانیث کی ضمیریں آئی ہیں تو وہ مرحوم کے مذکر و مؤنث ہونے کے لحاظ سے نہیں ہیں۔ بلکہ صرف میت کے لفظ کے لحاظ سے ہیں اور میت کا لفظ عربی زبان میں مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ (صلح) پس میت خواہ عورت ہو خواہ مرد ارمیہ ماژو میں سے جو ہو ضمیروں کی تذکیر و تانیث کا لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے اب اہلحدیث کیا کہتے ہیں صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک جنازہ کی

عن ابن عباسؓ انہ صلی علی جنازۃ

نماز پڑھائی سو فاتحہ پڑھی۔ بعد اس کہا یہ

فقرار بفاتحۃ الکتاب قال لتعلموا انھا سنۃ	کام اسواسطے کیا ہے کہ تم سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں عون الباری میں لکھا ہے کہ نسائی میں اسکے بعد یہ عبارت ہے فقرار بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجہر یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے فاتحہ الکتاب اور کوئی اور سورت بآواز بلند پڑھی۔ اور اس قرآن مجید کا پڑھنا صرف تکبیر اولی میں ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث جابرؓ میں بالتصریح وارد ہے وقرأ بام القرآن بعد التکبیرۃ الاولی یعنی انہوں نے سورہ فاتحہ بعد از تکبیر اولی پڑھی سو دوسری تکبیر میں درود شریف کا اور تیسری میں ادعیہ ماثورہ میں سے کسی ایک یا سب کا پڑھنا اور چوتھی میں سلام کا پھیرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو عون الباری میں اسی حدیث کے ذیل میں بحوالہ نسائی و عبدالرزاق اس طرح مرقوم ہے

روی عبد الرزاق والنسائی عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف قال السنۃ فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان یکبر ثم یقرأ بام القرآن ثم یصلی علی النبی ثم یخلص الدعاء للمیت ولا یقرأ الا فی الاولی واسنادہ صحیح۔	عبدالرزاق اور نسائی نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کو بروایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف یوں روایت کیا ہے کہ نماز جنازہ میں طریق نبوی یہ ہے کہ امام اول تکبیر کہے پھر فاتحہ پڑھے اور پھر درود پڑھے پھر اخلاص کے ساتھ میت کے لئے دعا کرے اور سوائے پہلی تکبیر کے قرآن شریف اور کسی تکبیر میں نہ پڑھے۔

اسی کی تائید میں صاحب کتاب التلخیص الحبیر نے اسی حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ اس حدیث کو حاکم نے تخریج کیا ہے اگرچہ اس میں ایک راوی مطرف ضعیف ہے۔ مگر بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں سنن کہہ کر اس کی تقویت کی ہے۔

جنازہ کے ساتھ چلنا وغیرہ	عن ابی ھریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلعم	ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ مروی ہے کہ رسول خدا

Marfat.com

اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم

متفق علیہ (مشکوٰۃ)۔

نے فرمایا کہ میت کو اٹھا کر جلد جلد لیجاؤ اگر وہ صالحہ ہے تو تو خیر ہے اور تم اس کو خیر کی طرف لئے جاتے ہو اگر وہ ایسی نہیں تو وہ شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار دو گے غرضکہ جب جنازہ گھر سے نکلے تو اسوقت اس میت کے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں غرضکہ جس طرف سے چاہو اس کے ساتھ ساتھ چلو۔ البتہ جو شخص کسی مرض سے پیدل نہیں چل سکتا اور وہ سواری پر ہی جنازہ کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہو تو اس کے لئے حکم صرف میت کے پیچھے پیچھے چلنے کا ہے اس میں ایک گونہ نخوت و تکبر ٹوٹتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر وقت تک یعنی قبر میں داخل کرتے وقت تک ساتھ رہنے والوں کے لئے دو قیراط اور صرف جنازہ پڑھکر چلے آنے والے کے لئے صرف ایک قیراط اجر مقرر فرمایا ہے۔ گویا ایسے لوگوں کو اتنا اجر ملتا ہے کہ انہوں نے خدا کی راہ میں ایک ایک یا دو دو کوہ احد عظیم صدقہ میں دیئے۔ متفق علیہ (بلوغ المرام) جو لوگ عیادت کے اسرار سے واقف ہیں وہ جنازہ کے ساتھ ساتھ اخیر وقت تک اسکے ورثہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی مواسات اور ہمدردی میں شریک ہوتے ہیں اس سے اُن کے زخم اور صدمے خفیف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کی بھی سخت ضرورت ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضرورت کے پورا کرنے والے کے لئے (بشرطیکہ اس کی نیت احتساب یعنی ثواب حاصل کرنے کی ہو) ثواب کے دو حصے مقرر فرمائے ہیں اس سے یہ ضرورت بدرجہ اولیٰ پوری ہوتی رہتی ہے۔ یہ ساری باتیں کتب احادیث میں بوسط تمام مفصل ہیں ہم صرف اشارۃً لکھ رہے ہیں۔

تہدیداً و ترہیباً کن کن کا جنازہ نہ پڑھا جاوے

(۱) زناکار جس زنا کار مرد یا عورت کو شرعی حد کوڑے یا رجم جیسی کہ صورت ہو لگ چکی ہو تو وہ اور ان زنا کار مردوں اور عورتوں کے زمرہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں جنکو کوئی بھی

Marfat.com

شرعی حد نہیں لگائی گئی۔ اُس بچہ والی عورت کو تم نہیں دیکھتے جسکے لہو کی کچھ چھینٹیں یہ ہم ہوئے وقت کسی صحابی رضہ کے کپڑے پر جا پڑی تھیں تو اوس صحابی کے مونہہ سے کچھ ناتراشیدہ کلمات نکل پڑے تھے جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس صحابی رضہ کو بطور زجر کہا کہ اس کی توبہ اسقدر عظیم ہے کہ مدینہ اور مکہ کے لوگوں پر اگر بانٹ دی جاوے تو اون کے لئے کافی ہے۔ اس قسم کے مرجوم و محدود اشخاص تو سب سے زیادہ مستحق جنازہ ہیں۔ اسپر اور زانیوں اور بازار کی فاسقہ عورتوں کو قیاس کر لینا اپنے دین کے ساتھ بے حرمتی کرنا ہے ان جیسا دیوث خبیث اور خبیثات کا جنازہ پڑھنا تو ایک طرف ان کی میت کتوں کتوں اور چیلوں کے آگے پھینک دیں تو اچھا ہو۔ اے ملاؤ! کیا دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی کوئی شئی ہے کہ نہیں غامدیہ اور ماعز دونوں محدود تھے دونوں تائب ہو کر مرے دونو نے سزائے جسمانی کو قبول کیا۔ ان بازاری کنچنیوں اور زناکاروں کی جنازہ پڑھ پڑھ کر کیا آپ مردود بننا چاہتے ہو کیا اس متاع قلیل کیا اس حرام کاری کی کمائی کی خاطر اپنے ایمان اور اسلام کو جواب دیدو گے؟ اللہ سے ڈرو۔ ان کے جنازے ہرگز ہرگز نہ پڑھا کرو۔ اگر کوئی عامی مسلمان اس کو بیکار سمجھ کر کر لیوے تو خیر۔ تمہاری شمولیت سے دین کا نقصان ہے کیونکہ تم ایک نمونہ اور نظیر ہو۔

(۲) ولد الزنا ولد الزنا بجائے خود ایک مکلف و مختار ہے گناہ ہو تو اس کے والد ناجائز یا والدہ کا ہو۔ اس بیچارے کا کیا قصور۔ اگر مومن ہے اور پابند شریعت اسلام ہے تو نور علی نور ہے اور اگر کوئی زانی بدکار ہے تو اپنے ماں باپ کی طرح یہ بھی خبیثین و خبیثات میں داخل ہے۔

(۳) جلی شرک کے مرتکب سچ پوچھو تو تہدیداً پیر پرستوں گور پرستوں اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح نص کو پس پشت ڈال کر جھوٹی تاویلوں کو مقدم کرنے والوں کا جنازہ بھی نہ پڑھنا چاہئے درحقیقت ایسے لوگ جامہ اسلامی سے عاری ہیں۔

قبر و لحد وغیرہ غرضکہ جب جنازہ پڑھا جا چکے تو پھر قبرستان میں لے جا کر

Marfat.com

میت کو قبر میں رکھدیا جاوے اور پہلے اسقدر گہری کھودی جاوے کہ اس میں یہ احتمال اٹھ جاوے کہ مدفون کے تعفن کی ہوا مٹی میں سے نفوذ کرکے باہر کی ہوا کو خراب کرسکے گی اور نیز یقین ہوجاوے کہ بیرونی درندے اوپر کی مٹی کو ہٹاکر اس کو چیر پھاڑ نہ سکینگے پھر اسکی اندر اس کی دونوں طولانی طرفوں میں سے اُس طرف میں جو قبلہ کی طرف اقرب ہو ایک اور زمین دوز گڑھا کھودنا چاہیئے اس کا نام لحد ہے۔ اس لحد کے اندر میت کو رکھنا چاہیئے اور اگر یہ امر متعذر ہو تو دوسری طرف سہی۔ شق یا صندوق (پنجاب میں اسکو دانہ کہتے ہیں) بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں بھی لحد ہی تھی۔ معد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وصیت تھی۔ اِلْحَدُوْا لِیْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَیَّ اللَّبِنَ نَصْبًا کَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم رواہ مسلم (بلوغ المرام) یعنے میرے لئے بھی لحد ہی بنانا اور کچی اینٹیں کھڑی کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوا تھا یعنی میری لحد کے مونہہ کو پھر کچی اینٹوں سے بند کردینا۔ لحد میں جو جو خوبیاں ہیں دوسری صورت میں نہیں پائی جاتیں۔ لحد میں حفاظت بہت ہوتی ہے۔ گویا ذبل قبر ہوتی ہے صندوق میں ایسا نہیں ہوتا۔

قبر میں لحد کس جانب کو بنانی چاہیئے

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ میت کو قبر میں داہنے پہلو پر لٹانا اور اس کا مونہہ قبلہ کی طرف کردینا چاہیئے قبر میں بھی اوسکو اوسی طرح لٹا دینا چاہیئے اور قبر کے دونو طولانی طرفوں میں سے اُس طرف میں لحد نکالنی چاہیئے جو اقرب الی القبلہ ہو۔ بصورت تعذر اس کی دوسری جانب میں ہی سہی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبلہ چونکہ وسط میں ہے اور مسلمان اوس کے چاروں طرف بستے اور مرتے ہیں اسواسطے قبروں کی لحدیں مختلف جانبوں میں ہونگی جس طرح نماز پڑھنے کے لئے جو جو جہات مختلف ممالک کے لوگوں کے لیے ہیں پس وہی جہات قبور کی لحدوں کے لئے ہیں۔ ہمارا ملک چونکہ قبلہ سے شرق کو واقع ہے یہ کہ ہماری جہت چونکہ مغرب کی طرف واقع ہے اسواسطے ہماری قبروں کی لحدیں بھی قبروں کی مغربی طرفوں میں ہونگی۔ اور چونکہ میت کو قبلہ رو اُس کے داہنے پہلو پر لٹانا چاہیئے اسواسطے ہمارے ملک کی قبروں کے سرہانے شمال کی طرف اور پائنتیاں جنوب کو ہونگی۔

Marfat.com

میت کو کس طرح لحد میں رکھا جاوے

اس میں دو طریق اسلام سے ثابت ہیں یعنی یہ کہ اول میت کا نچلا دھڑ پھر اس سے اوپر کا دھڑ آخر کو سر وغیرہ لحد میں رکھا جاوے اس طرح پر بڑی آسانی سے میت قبر میں رکھی جا سکتی ہے۔

لحد کا مونہہ بند کرنا چاہئے

جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاوے تو پھر لحد کا مونہہ کسی ایسی چیز سے جو سخت ہو بند کر دیا جاوے۔ کچی پکی اینٹیں یا پتھر یا لکڑی کچھ ہو۔ غرضکہ کوئی ایسی چیز ضرور ہو جس سے اسراف یا اضاعۃ نہ پائی جاوے۔ اس کے بعد اس گڑھے کو مٹی سے بھر دیا جاوے۔ (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ابھی پڑھ چکے ہو) اور اگر میت عورت ہو تو قبر پر پردہ کر لینا مستحب ہے اور اگر کوئی اپنے کسی عزیز کی قبر کو دوسری قبروں سے تمیز کرنے کیلئے اسکے سرہانے کوئی پتھر اینٹ وغیرہ نشانی گاڑ دے تو اس کو اختیار ہے۔ عثمان بن مظعون رضہ کی قبر پر رسول اللہ صلعم نے خود پتھر اٹھا کر رکھا تھا۔

میت کو لحد میں رکھتے وقت کیا پڑھا جاوے

احادیث مراسیل و ضعاف سے پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ پڑھا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی ہم اس میت کو اللہ کا نام لیکر اور اللہ کے رسول کے دین پر گاڑتے ہیں۔ کبھی یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ کے رسول کی سنت پر ہم اس میت کو دفن کرتے ہیں۔ کبھی یوں فرماتے۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى بِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی اسی مٹی میں سے ہم نے تمکو پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو پھر لیجا دینگے اور اسی میں سے تم کو پھر دوبارہ نکالیں گے۔ ہم اس میت کو اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں اور اللہ کے رسول کے دین پر دفن کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! یہ کلمات کیسے! برکت اور برمحل ہیں۔ بلوغ المرام میں ہے۔ کہ ابن ماجہ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی ﷺ قال اذا وضعتم موتا کم فی القبور فقولوا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اخرجہ احمد و ابوداود والنسائی۔ وصححہ ابن حبان واعلہ الدارقطنی بالوقف۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تم قبروں میں اپنے مردوں کو رکھو تو اسوقت یہ کہو۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

درالا ہلیں ہے کہ حاکم اور بیہقی نے ابو امامہ رض کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر میں رکھا گیا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ ذکر پڑھا۔ منہا خلقناکم الحدیث اور ساتھ ہی اسکا ضعیف ہونا بحر فتح الباری بھی نقل کیا ہے۔ نیل الاوطار میں ان سب احادیث پر بحث کرنے کے بعد یہہ لکھا ہے کہ یہہ سارے کام مستحب ہیں۔ اور واقعی ایسے موقعوں پر اس قسم کے اذکار کمال درجہ کی رأفت اور رحمت اور غمخواری پر دال ہیں۔ ایمان ان باتوں کو فوراً قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مسلمات قرآنیہ کے کسی طرح مخالف ہو۔

ہر ایک شخص کو تین تین مٹھی مٹی دینی چاہیئے

جب قبر میں مٹی ڈالی جاوے تو حاضرین کو چاہیئے کہ وہ کم از کم تین تین مٹھی مٹی اوس قبر میں ڈالیں۔ اس میں بھی ایک گونہ تعاون علی البر ہی ہے پھر اسکے بعد بیلچہ سے ڈالا جاوے کیونکہ اس سے اوپر کی مٹی دب جاتی ہے۔ ان افعال کیواسطے بھی اذکار مذکورۃ الصدر کی طرح اسی قسم کی احادیث موجود ہیں اور نیل الاوطار میں بسط کے ساتھ لکھی ہیں۔ اور یہہ سارے امور مستحسن اور مستحب ہیں۔ واللہ اعلم

اس کے بعد قبر کی شکل خواہ مسلح یعنے ہموار یا مسنم یعنے کوہان شتر کی طرح جس سے اونچی ہوتی ہے بنوانی چاہیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر کو مسلح کروایا اور اس پانی چھڑکا تھا۔ بخاری میں ہے کہ سفیان تمار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مسنم دیکھا۔ عون الباری میں واقعہ مذکورہ بالا کو نقل کرنے کے بعد یہہ

لکھا ہے کہ نیم نے اپنے مشرخ میں اتنی عبارت زیادہ کی ہے کہ ابوبکر رضہ اور عمر رضہ کی قبر کی شکل بھی اس نے ایسی ہی دیکھی۔ اس کے بعد اسی کتاب میں منقول ہے

وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح ان القاسم بن محمد بن ابی بکر قال دخلت علی عائشہ رضہ فقلت لھا اکشفی لی عن قبر النبی ص وصاحبیہ۔ فکشفت عن ثلثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لاطئۃ مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء

ابوداؤد نے باسناد صحیح روایت کی ہے کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر نے کہا کہ میں عائشہ رضہ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبروں کی زیارتیں کرائیں۔ انہوں نے تین قبریں دکھائیں جو نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ اتنی نیچی کہ زمین کے ساتھ ہموار ہو گئی ہوں اور سرخ میدان کے چھوٹے چھوٹے کنکروں کے ساتھ بچھی ہوئی تھیں۔ یعنی ان پر چھوٹے چھوٹے سرخ کنکر جو مدینہ طیبہ کی سر زمین میں بکثرت ہیں پڑے ہوئے تھے"۔ پھر اسی کتاب میں بحوالہ فتح الباری بروایت حاکم اسی حدیث کے آگے یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہی قاسم جنہوں نے اوپر کا واقعہ سنایا اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ "فوائت رسول اللہ صلعم مقدما وابابکر راسہ بین کتفی النبی ص وعمر راسہ عند رجلی النبی ص" یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ سب سے پہلے اندر آگے ہے اور ابوبکر کی قبر کا یہ حال ہے کہ ان کا سر مبارک نبی ص کے دونوں کندھوں کے درمیان واقع ہے۔ اور عمر رضہ کی قبر کا یہ حال ہے کہ ان کا سر مبارک نبی صلعم کے دونوں پاؤں کے پاس ہے"۔ یہ واقعہ معاویہ رضہ کی خلافت کے وقت کا ہے اسی کتاب میں ابوبکر آجری کی کتاب صفۃ قبر النبی ص کا حوالہ دیکر بروایت ہیثم بن بسطام الدینی یہ لکھا ہے کہ ہیثم نے کہا کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دیکھا۔ اُسوقت یہ قبر شریف زمین سے کوئی چار انگشت بلند تھی اور ابوبکر رضہ کی قبر مبارک حضرت صلعم کی قبر کے پیچھے تھی۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف ابوبکر رضہ کی قبر کے پیچھے۔ اور کسی قدر ان کی قبر سے نیچے واقع تھی۔ امام سیوطی

Marfat.com

نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ عروہ القاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ ان کو رسول خدا صلعم کے پہلو میں دفن کیا جاوے چنانچہ جب آپ وفات پا چکے تو آپ کی قبر کھودی گئی اور آپ کا سر آنحضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے پاس بنایا گیا اور آپ کی لحد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے ساتھ لادی گئی۔

غرضکہ قبر کی شکل دونوں طرح سے درست ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان شکلوں میں سے کوئی شکل بنا دی جاوے مگر زمین سے کچھ اونچی ضرور ہو اور ان شکلوں میں سے کوئی اس شکل کو ترجیح دیتے ہیں مگر دونوں حالتوں میں قبر نہ بہت اونچی ہووے اور نہ زمین کے ساتھ برابر کر دی جاوے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ رواہ مسلم وغیرہ۔ (منتقی الاخبار) یعنی جو بت دیکھے اس کو مٹا دے اور جو اونچی قبر دیکھے اسکو (مسوی) برابر کر دے یعنی صرف اتنی اونچی رہنے دے کہ اس سے اتنا معلوم ہو کہ یہاں کوئی قبر ہے اس حدیث میں مسویتہ کا لفظ آیا ہے اس کے معنے صرف اشراف یعنی اونچائی کو دور کرنے کے ہی ہو سکتے ہیں ارض یعنی زمین کے ساتھ برابر کر دینے کے معنے نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کے ساتھ بالارض کا لفظ نہیں ہے۔ (عون الباری بحوالہ کتاب وغیرہ)

چونہ گچ وغیرہ چراغ وغیرہ

صحیح مسلم میں بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ نہی رسول اللہ صلعم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے منع کر دیا ہے اول چونہ گچ قبر پر نہ لائی جاوے دوئم اس کے اوپر بیٹھا جاوے خواہ حقیقتہً اوپر چڑھ کر خواہ اس کا مجاور بن کر۔ سوئم اس پر کوئی عمارت بنائی جاوے اسی طرح قبروں پر چراغوں کے جلانے کی درست ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دیل سے ثابت ہے۔ کہ لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ترمذی وغیرہ (منتقی الاخبار) یعنی رسول خدا صلعم نے قبر

Marfat.com

جانے والیوں کو اور ان لوگوں کو جو قبروں پر مسجدیں بناتے اور چراغ جلاتے ہیں۔ لعنت کی ہے
افسوس کی بات ہے کہ جن تین امروں سے ہم کو روکا گیا ہے وہی تین کام ہم بڑے زور و
شور سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں فرمایا لعن
اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ (بخاری) یعنی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو
مسجدیں بنالیا۔

یہ اونچے اونچے مقبرے جو آجکل کیا زمانہ دراز سے نظر آرہے ہیں ان کے سبب اسلام پر
سخت مصیبت آئی ہے جسقدر شرک ان مقبروں اور روضوں سے پھیلا ہے اتنا کسی اور ذریعہ
سے نہیں پھیلا جب لوگ دیکھتے ہیں بالخصوص عوام کہ یہ کوئی مقبرہ ہے اس پر بڑے بڑے
قیمتی غلاف چڑھے ہوتے ہیں اور وہاں پر اگر ہر وقت نہیں ہر جمعرات کو چراغاں ہوا کرتی ہے تو پھر
ایسے لوگوں کے دلوں میں اُن لوگوں کی جو وہاں مدفون ہیں خوبخود خواہ مخواہ عظمت پیدا جائے
پیدا ہوتی ہے۔ جس کا بالآخر یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس مقبور کو عملاً اور اعتقاداً متصرف اور
نفع و نقصان کا مالک اور سمیع اور حاضر و ناظر وغیرہ وغیرہ صفات الٰہیہ کا محل و مورد سمجھنے لگتے
ہیں اور اس دنیائے دوں سے مشرک ہو کر مرجاتے ہیں شیطان کا ان سے کام نکل آتا ہے
اور بارہا یہی تک سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت
پر عمل ہوتا تو یہ مشرکانہ اعتقادات جو گور پرستی کے متعلق ہیں اُسی طرح مردہ رہتے جس طرح
قرون خیر میں مرگئے تھے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی یہود و نصاریٰ کی طرح قبرستان
میں جاکر اپنے مرحوم و موہوم مقبورین کے پاس جاکر وہ وظیفے پڑھتے رہتے ہیں قطع
نظر اس امر کے کہ بجائے خود وہ وظائف اور اوراد جائز ہیں یا ناجائز۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہودیوں
اور نصاریٰ کو ملعون فرمایا ہے تو اسواسطے تو نہیں کہ وہ وہاں پر جاکر شرک کرتے ہیں علت
یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ان جگہوں کو مساجد بنا بیٹھے ہیں۔ جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور
صاف ظاہر ہے کہ یہ علت مظنہ شرک ہے۔ جب ایک نسل وہاں بیٹھ کر عبادت الٰہی
کریگی تو دوسری نسل اسی قبر کو معبود سمجھ کر اسی مقبور کی عبادت کرنے لگ جائیگی۔

Marfat.com

چنانچہ اور جگہ اسکی تشریح اسی طرح مروی ہے۔ اور تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ بزرگوں کی قبروں پر اول اول تو وہ لوگ جاتے ہیں جو حقیقت میں مشرک نہیں ہوتے اور نہ مشرکانہ اعتقاد اور ارادے رکھتے ہیں۔ ان جگہوں کو تسکین اور صدہا نمونہ رحمت الٰہی سمجھ کر وہاں جاکر اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں اور یہ یقین کرتے ہیں کہ یہاں چونکہ رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اسواسطے ہماری دعا قبول ہو جاویگی وہ تو وہاں اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں ادھر شیطان پہلے سے بیٹھے ہیں کہ وہ ان بزرگوں سے کچھ مانگ رہے ہیں آخر وہ شرک میں پھنس جاتے ہیں اور وہ پہلے حضرت مردہ اس پر اس مشرک کے پیر و مرشد بنجاتے ہیں۔ علاوہ اس کے اُس کا زمانہ تو گزر جاتا ہے پچھلی نسل اسکو اپنے باپ دادے کی سنت سمجھ کر نیکی اور نیک کام سمجھ بیٹھتی ہے اور شرک میں مبتلا ہو جاتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے لوگ جو کسی متبرک کے مدفن کو صدہا رحمت الٰہی سمجھ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں وہ حقیقت میں مساجد کے دشمن ہوتے ہیں حالانکہ مساجد یقینی طور پر ریاض الجنۃ ہیں اور یقینی طور پر خیر الاماکن ہیں۔ اور یہ متبرک یقینی طور پر ویسے نہیں ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال یہیں تک محدود نہیں رہتا۔ یہ خیال خدہ شدہ شرک بنجاتا ہے اور عوام کی گمراہی کے لئے بڑا بھاری ذریعہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے نشان گم ہو جاتے ہیں اگر پکے مقابر نہ بنائے جاویں۔ افسوس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یہ لوگ اسلام کے خیر خواہ ہیں وہ تو فرماویں کہ جو اونچی قبر ہو اسکی اونچائی کو نابود کر دو پکی قبریں نہ بناؤ۔ ان پر عمارتیں نہ بناؤ۔ اور یہ اسلام کے خیر خواہ اگر میں نہیں کہتا کہ یہ لوگ بدخواہ ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے انہوں نے اسلام میں بہت کچھ کارہائے نمایاں بھی کئے مگر ان کی غلطیاں یا غلط فہمیاں جو سرزد ہوئی ہیں میں کہا تک قابل عفو ہو سکتی ہیں ہمیں گر اٹ ہم کو یہ سمجھا دیں کہ نہیں عمارتیں بناؤ سب کچھ کرو۔ کیونکر اس سے اسلام کی خدمت معلوم ہوتی ہے خاصکر کفار کے ملک میں مدت گذری ملک عیسائیوں کا اب تک یہ حال ہے کہ انبیاء تو درکنار

Marfat.com

انہوں نے ان لوگوں کی قبروں کو بھی جنکو وہ اپنے زعم میں متقی اور سینٹ سمجھتے ہیں گرجا گھر بنا رکھا ہے نہ صرف گرجا ہی بلکہ اسکے متعلق بہت سے متفرقات بھی جہاں مجرد مرد اور مجرد عورتیں اپنی عمریں ضائع کرتی رہتی ہیں میں نہیں بلکہ انہیں کی طرح ہمارے بھائی نادان مسلمانوں نے بھی ایسا ہی اختیار کر رکھا ہے۔ قبروں میں ہی رہتے ہیں قبروں کو جاگیریں تصور کر رکھا ہے انپر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں ان پر میلے اور عرس کئے جاتے ہیں ٹھیکے دیئے جاتے ہیں غرضکہ ہر طرح پر لوگوں کے ایمان اور مال کو غصب کرنے کے سامان موجود ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کاش یہ اونچے اونچے مقبرے ڈھا کر ابھی صاف کچی قبریں بنائی جاویں۔ اے اللہ تو آپ ہی اپنے دین کا ناصر اور حافظ ہے۔ حضرت علی رضہ کا ساکوئی بھی جوتیرے پاک رسول ص کے اس حکم پر حکم کی تعمیل کرے لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ یعنی جو تو دیکھے اس کو بے نشان کردے اور جو اونچی قبریں دیکھے ان کو ڈھا کر ان کی اونچائی کو دور کردے زمین سے صرف اتنی اونچی رہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی قبریں ہیں اور بس۔

غرضکہ جب میت قبر میں دفن کر دی جاوے تو چاہئے کہ لوگ قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس میت کے لئے استغفار پڑھیں اور اس کے لئے دعا مانگیں کہ وہ ثابت قدم رہے۔ عثمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں ذرا ٹھیر اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور دعا مانگو کہ خداوند تعالیٰ اسکو منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے کے لئے ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہے ہیں۔

ایک حدیث میں جو بعض طرق سے موقوف اور بعض سے مرفوع ہے۔ یہ ہے۔

عن عمرو بن حبیب احد التابعین قال کانوا یحبون اذا سوی علی المیت قبرہ ان یقال عند قبرہ یا فلان قل لا الہ الا اللہ ثلاث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمد رواہ سعید منصور موقوفا وللطبرانی نحوہ من حدیث ابی امامۃ مرفوعا مطولا (بلوغ المرام)

عمرو بن حبیب جو ایک تابعی ہیں فرماتے ہیں۔ کہ جب میت دفن ہو چکتی تو ڈال کر اس کی قبر برابر کر دیتے اور لوگ اسکے پاس سے چلے

جاتے تھے تو اسوقت اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یوں کہنا پسند کیا کرتے تھے اے فلاں تو کہہ لا الہ الا اللہ سو اسکے فلاں تو کہو میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور نبی میرا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسکو سعید بن منصور نے موقوف اور طبرانی نے اس کی طرح حدیث ابی امامہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

پہلی حدیث تو صحیح ہے اور قرآن مجید اور دیگر احادیث نبویہ کے موافق۔ میت کو اپنے زندہ بھائی کی دعا سے ضرور فائدہ پہونچتا ہے اور یہ بھی اقبیل تعاون ہے مگر یہ دوسری حدیث اگر وصی نہ بھی مانی جاوے تو بھی اس کے سخت ضعیف ہونے میں عارفان حدیث کو کلام نہیں ہے **سبل السلام** میں بعد نقل حدیث ابو امامہ و بعد کلام طویل یہ لکھا ہے کہ ائمہ تحقیق کے کلام سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسپر عمل کرنا بدعت ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ایسا کام کرتے دیکھ کر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

مردے پر رونا

جس طرح انسان کے اندر اور صفات از قبیل اضداد موجود ہیں مثلاً غضب و عفو۔ بغض و حب وغیرہا اسی طرح ہنسنا اور رونا بھی اسی قسم کی صفتیں ہیں اور یہ دونو اصل ہیں خاصہ انسانی ہیں جس طرح اور صفات اپنے اپنے محل پر اگر برتی جاویں تو محمود اور معین مقتضائے جبلت انسانی ہیں اسی طرح پر اگر یہ دونو صفتیں بھی اپنے اپنے محل پر استعمال کی جاویں تو عین انسانیت بلکہ کمال انسانیت کی نشانی ہیں ورنہ خلاف فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ہیں۔ ہم ذیل میں زاد المعاد کی اس فصل کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے اور رونے کی عادت کے متعلق ہے۔ نقل کرتے ہیں اصل اس کتاب کی صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں موجود ہے ذیل کی عبارت قریب قریب اسی کا نقلی ترجمہ ہے۔ ہاں بعض جگہ کچھ کچھ بطور توضیح زیادتی بھی اور کسی جگہ کمی بھی ہے۔ جو لوگ اصل کتاب کو عربی میں پڑھ سکتے ہیں وہاں اسکو دیکھ لیویں جو لوگ نہیں پڑھ سکتے یقین سمجھ لیویں کہ یہ عبارت اسی کتاب کا مضمون بلکہ عین وہی کتاب ہے **فصل سول صلے اللہ علیہ وسلم کی کلام۔ سکوت۔ ہنسی اور رونے کی عادت کے بیان میں** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلق خدا میں سے سب بڑھ کر ہنسنے

Marfat.com

اور شیریں کلام تھے۔ سب سے زیادہ سریع الادا تھے۔ سب سے زیادہ شیریں زبان تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا کلام دل کو پکڑ لیتا اور روح کو جکڑ لیتا۔ اس میں آپ کے دشمن آپ کی شہادت دیتے آپ جب واضح اور مفصل کلام کرتے تو آپ کے کلمات کو گننے والے گن لیتے۔ آپ اتنا جلد جلد بولتے کہ آپ کے لفظ یاد نہ رہ سکیں، اور نہ کلمات کو اتنا توڑ توڑ کر کلام کرتے کہ کلام میں شکتے پیدا ہو جائیں بلکہ اس بارہ میں آپ کی عادت سب سے زیادہ کامل اور مکمل تھی عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح باتیں نہ کیا کرتے تھے آپ جب کلام کرتے تو واضح طور پر کرتے اور الگ الگ کلمات بولتے۔ جو کوئی بیٹھا ہوا ہوتا وہ آپ کی باتوں کو حفظ کر لیتا زیادہ سے زیادہ تین بار آپ ایک کلام کو دہراتے جس سے آپ کی غرض یہ ہوتی کہ سننے والے اس کلام کو سمجھ لیویں جب آپ سلام کہتے تو تین بار کہتے۔

آپ کی عادت مبارک میں خوشی بہت تھی۔ آپ بلا ضرورت کلام نہ کرتے آپ اپنی کلام مبارک کا ابتدا اور انتہا دہن مبارک کی اطراف سے کرتے آپ ایسا کلام کرتے جو جامع اور حاوی ہوتا۔ آپ کا کلام واضح اور صاف صاف ہوتا۔ مطلب سے نہ زیادہ ہوتا نہ کم۔ کوئی لایعنی کلام نہ کرتے۔ وہی کلام کرتے جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی۔ جب کسی چیز کو آپ برا جانتے تو اس کے آثار آپ کی چہرہ مبارک پر نمودار ہوتے۔ آپ نہ تو فاحش ہی تھے اور نہ متفحش یعنی آپ کی ذات مبارک میں نہ تو فطری طور پر ہی فحش تھا۔ نہ قولاً نہ فعلاً۔ اور نہ کسبی طور پر اور آپ چیخ کر اور چلا کر نہ بولتے۔ آپ کی اکثر ہنسی نہیں ہیں بلکہ کل کی کل ہنسی مسکرانے کی حد تک ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اور بڑی سی بڑی ہنسی جو آپ سے کبھی سرزد ہوئی یہ تھی کہ آپ کی نواجذ یعنی پچھلی داڑھیں نظر آ گئیں۔ آپ کی ہنسی کا موجب وہی باتیں تھیں جو فی الحقیقت قابل ہنسی ہوتی ہیں یعنی ایسی باتیں جن سے تعجب پیدا ہو جو نادر الوقوع ہوں اور ان کا وقوع آپ کے سامنے ہو گیا۔ ہنسی کے لئے بھی کئی ایک اسباب ہیں ان میں سے ایک تو یہی سبب مذکور ہوا ہے۔ دوسرا سبب فرح ہے یعنی یہ ہنسی اس وقت آتی ہے کہ جب کسی کی محبوب و من بھا مراد حاصل ہو جاوے۔ تیسرا سبب غضب ہے اور یہ ہنسی غضبناک شخص کو اسکی غضب کے وقت آتی ہے۔ اور اس کا سبب ایک تو وہ تعجب ہوتا ہے جو غضبناک شخص کو

Marfat.com

غضب دیکھ کر آتا ہے دوسرے وہ شخص نفس جسکے سبب سے وہ جانتا ہے کہ اسکا یہ دشمن بہت قدرت اور قابو ہے اور کہ دشمن اس کے پنجہ میں ہے اور کبھی اسکی ہنسی کا موجب یہ ہوتا ہے کہ بوقت غضب اسکو اپنے نفس پر قابو ہوتا ہے بایں معنی کہ وہ موجبات غضب سے اعراض کرتا ہے اور ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

آپکا رونا آپ کی ہنسی کی طرح تھا جس طرح آپ ہنسی میں افراط و تفریط سے بچے ہوئے تھے اسی طرح رونے کی افراط و تفریط سے بھی آپ بری تھے ہنسی میں آپکے قہقہہ تک کبھی نوبت نہیں پہونچی اسی طرح رونے میں بلند آوازی تک کبھی آپ کی نوبت نہیں پہونچی آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے تھے کہ بعض اوقات رخسارہائے مبارک پر سے بہ پڑتے۔ آپکے سینہ مبارک میں سے رونے کے سبب سے اس طرح پر آواز نکلتی تھی جس طرح انڈی میں پکتے وقت نکلتی ہے کبھی آپ میت پر از رو رحمت و شفقت روتے کبھی اپنی امت پر بلحاظ خوف و شفقت روتے۔ کبھی آپ خشیت الٰہی سے روتے۔ کبھی آپ قرآن مجید سنکر روتے اور اس قسم کا رونا قرآن مجید کے بھیجنے والے کی بزرگی اور محبت و اشتیاق کے لئے ہوتا ہے جب آپکے بیٹے ابراہیم نے فوت ہو گئے تو اسوقت وہ آپ کی گود میں تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ رونا محض از رو رحمت تھا آپکے اسوقت کے یہ کلمات اب تک محفوظ چلے آئے ہیں۔ تدمع العین و یحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا علیک یا ابراھیم لمحزونون۔ یعنی آنکھ رو رہی ہے دل مغموم ہے اور ہم زبان سے وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم اے ابراہیم تیرے لئے اندوہناک ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی کسی صاحبزادے کو نزع کے وقت دیکھا تو آپ آبدیدہ ہو گئے۔ ابن مسعود نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النساء سنائی جب وہ اس آیت پر پہنچے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہید۔ اسنے دیکھا تو لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت پر ایک رسول) جو ان پر گواہ گزرے گا لائینگے اور تجھے بھی ان پر گواہ کر کے لائینگے تو آپ سر جھکائے ہوئے تھے جب عثمان بن مظعون فوت ہوئے تو آپ رو پڑے ایک دفعہ سعد

Marfat.com

کر گھبرا گئے اپنے نماز پڑھی اور نماز میں ہی رونا شروع کیا اسکا بھی رونا شروع کی اور فرمایا ہے
الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم وھم یستغفرون وکن مستغفرا۔ یعنی آپ
رب کیا مجھ سے تیرا یہہ وعدہ نہیں ہے کہ تو ان پر جب وہ استغفار کرتے ہوں اور میں
ان میں ہوؤں عذاب نہ بھیجے گا۔ دیکھ اب ہم اسوقت استغفار کر رہے ہیں ایکدفعہ آپ
اپنی کسی دختر کی قبر پر بیٹھے اور رو پڑے۔ کبھی کبھی آپ صلوۃ اللیل میں روتے اس رونے
کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ اول رحمت و رقت کا رونا۔ دوم خوف و خشیت کا رونا۔ سوم
محبت و شوق کا رونا۔ چہارم فرح و سرور کا رونا۔ پنجم جزع فزع کا رونا ہے کسی ایسی مصیبت اور
درد کے سبب سے رونا جس سے تکلیف پہنچے اور اس کی برداشت نہ ہو سکے۔ ششم
بکاء الحزن والحزن یعنی کسی ہم اتفاقات و خوف مستقبل کے سبب سے رونا۔ ہفتم بزدلی اور ضعف
کا رونا۔ ہشتم نفاق کا رونا یعنے آنکھوں سے آنسوؤں کا ٹپکا لینا تاکہ دوسرے سمجھیں
کہ فلاں شخص رقت کے باعث رو رہا ہے حالانکہ اُس کے دل میں ذرہ بھی اثر نہیں
ہوتا۔ ایسا شخص سب سے زیادہ قسی القلب ہوتا ہے۔ نہم۔ کرایہ کا رونا۔ یعنے کرایہ اور
مزدوری پہ رونا۔

(ہمارے ملک میں بھی یہہ دستور جاری ہے۔ جو رنڈیاں عورتوں کو رُلائے اور اُن کو
نوحہ کرانے اور دیگر اسی قسم کے کام کروانے میں امام ہوتی ہیں۔ اور نیز ہم نے بچشم خود
محرم کے دنوں میں بہت سے مردوں کو دیکھا جو کرایہ اور مزدوری پہ روتے ہیں) اس
قسم کی عورتوں کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہہ قول ہے نتیج عکبرتہا
وتبکی بشجو غیرھا۔ یعنے ایسی عورت جس کا اوپر وصف بیان ہوا ہے آنسوؤں
کو فروخت کرتی ہے اور کسی اور کے درد و الم میں روتی ہے۔ پنجابی مثل بھی قریب
قریب اسی مضمون کے ہے۔ دُکھ رونہدی یار اندا۔ لے لے ناؤں بھراواں
یعنے ایسی عورت بظاہر اپنے نوحہ میں نام تو اپنے مرے ہوئے بھائی کا لے رہی ہے
فی الباطن مسمّی اس نام کا اسکا مطلوب بھائی نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور ہی ہے
آشنا ہے۔ وہم۔ بکاء مواقفت۔ یعنی دوسرے لوگوں کو جنکو وہ نقصان

Marfat.com

وقار اور سنجیدہ جانتا ہے سوتا ہوا دیکھ کر ان کے ساتھ رونے لگتا ہے اور وہ اس رونے کے اصل سبب سے محض ناواقف ہوتا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ رونے کی دو قسمیں ہیں ایک قدرتی اور اضطراری دوسری قسم مصنوعی اور اختیاری۔ پھر ان دونوں قسم کے رونوں میں سے محمود اور مستحسن اور جائز صرف وہی رونا ہے جس میں رحمت رقت خشیت یا اشتیاق وغیرہ پائے جاویں ورنہ نہیں۔

مصنوعی اور اختیاری رونے کی قسم محمود سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ سرورِ مصدق اور اضطراری رونے والوں کی موافقت کر لیتا ہے اور آئندہ کے لئے امید ہے کہ اس کے لئے قدرتی بکار کی طرف رستہ کھل جاوے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسوقت جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید یا ان بدر کے معاملہ میں قدرتی اور اضطراری رونا رو رہے تھے آپ کی جناب میں اسی مصنوعی محمود قسم کے رونے کی نسبت سوال کر کے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر میں جان جاؤں گا کہ یہ رونا ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ روؤں گا ورنہ میں دوست آپ کی موافقت کے لئے مصنوعی رونا رووں گا۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس سوال کو برا مانا۔ اسی واسطے بعض سلف صالحین نے یہ فرمایا ہے ابکوا من خشیۃ اللہ فان لم تبکوا فتباکوا یعنی اللہ کے ڈر سے سچا رونا جو اضطراری اور قدرتی ہے روؤ۔ اگر تمہاری نوبت یہانتک نہ پہنچے تو پھر مصنوعی رونا ہی روؤ۔ رونے والوں کی سی شکل و صورت ہی بنالو۔ انتہی۔

سلف صالحین کے اس قول کا ماخذ اصلیں یہ حدیثیں ہیں جو ابن ماجہ کے باب البکاء میں ہیں

(۱) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابکوا فان لم	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم روؤ اور اگر رونا

Marfat.com

تبکوا قلیلا

جس سے معلوم ہو کہ تم خوف خدا سے متاثر ہو۔

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم ما من عبد مومن یخرج من عینیه دموع وان کان مثل راس الذباب من خشیة الله ثم یصیب شیئا من وجهه الا حرمه الله علی النار۔

خوف آتا تو رونی شکل بنا لیتے خدا سے کرا دل تو سچا رونا روؤ ورنہ ایسی شکل بنا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسا مومن نہیں ہے کہ جسکی آنکھوں سے اللہ کے ڈر سے کچھ آنسو نکلیں پھر کچھ اس کے رخسار پر پڑیں مگر کہ اللہ تعالی اس کے چہرہ کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے یعنی جو اسطرح پر روویگا اللہ تعالی دوزخ کو اسپر حرام کر دیگا

چونکہ میت پر رونا اور اس پر غم کرنا ایک طبعی امر ہے۔ اسکو بند کرنا گویا ایک خلقی امر کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جو ناممکن بلکہ محال ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے اسکو چھڑوانے کی تکلیف نہیں دی اور کس طرح تکلیف دی بھی جاوے۔ یہ امر تو اپنے مجنس کی مفقودگی پر محض رقت قلبی اور شفقت دلی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور در حقیقت محمود بھی ہے کیونکہ اسپر باہمی موالفت و موانست اور باہمی موالات اور معاونات موقوف ہے اور چونکہ عوام کالانعام ہر ایک فطری امر سے جو اپنی حد کے اندر ماذون و مستحسن اور شرعاً بھی جائز ہوتا ہے تجاوز کر کے افراط و تفریط میں پڑ جاتے ہیں جو مذموم شرعین اور شرعاً بھی ناجائز ہوتے ہیں اسواسطے ضروری ہوا کہ شارع علیہ السلام قولاً و فعلاً جائز امر کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کریں اور مذموم امر کی ترک کرنے اور اوس سے نفرت دلانے کے لئے اُس کی برائیاں بیان کریں۔ ذیل میں ہم چند ایک احادیث نقل کرتے ہیں جن میں اس بکار کی جائز اور ناجائز صورتوں کا بیان ہے۔ اور جنکا کچھ کچھ ذکر ہم کی اوپر کی عبارت میں بھی آچکا ہے۔ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالی کہ

پر رونے کی جائز صورت وہی اور صرف وہی ہے جس میں رحمت و رافت و شفقت بلا آمیزش شکوے و شکایتِ حالی و قالی ہے اور جملہ حرکات و سکنات و دیگر لوازمات جزع و فزع سے بالکل خالی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابی سیف القین وکان ظئراً لابراھیم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم فقبّلہ وشمّہ ثم دخلنا علیہ بعد ذلک وابراھیم یجود بنفسہ فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان فقال لہ عبد الرحمن بن عوف وانت یا رسول اللہ صلعم فقال یا ابن عوف انہا رحمۃ ثم اتبعہا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون متفق علیہ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے گھر میں گئے اور یہ شخص وہ تھا جس کی بیوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی دایہ تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو اٹھا لیا اس کو چوما اور اپنی ناک اور منہ اس کو اسکے سونہہ پر رکھا۔ گویا (اسکو سونگھا) (خیر جب جینا ہم گزرے اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو گئے) پھر ہم بھی اس پہلے واقعہ کے بعد اسکے گھر میں گئے اسوقت ابراہیم رض اپنی جان دے رہے تھے تب آپ کی آنکھیں بہنے لگیں عبدالرحمن بن عوف نے پوچھا ہیں؟ آپ بھی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے۔ پھر اسکے بعد اور دوبارہ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔ اور فرمایا آنکھ سے آنسو جاری ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بولیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے اے ابراہیم تیری جدائی سے ہمارے دل پر رنج ہے۔

(٢) عن اسامة بن زيد قال ارسلت ابنة النبي م اليه ان ابنًا لي قبض فائتنا فارسل يقرئ السلام ويقول ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل عنده باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب فارسلت اليه تقسم عليه ليأتينها فقام ومعه سعد بن عبادة ومعاذ بن جبل وابي بن كعب وزيد بن ثابت ورجال فرفع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبي ونفسه تتقعقع ففاضت عيناه فقال سعد يا رسول الله صلعم ما هذا فقال هذه رحمة جعلها الله في قلوب عباده فانما يرحم الله من عباده الرحماء متفق عليه (مشكوة)

اسامہ بن زید رضؓ سے روایت ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے جس کا نام زینب تھا آپ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ میرا بیٹا جان بلب ہے آپ تشریف لاویں آپ نے جواب بھیجا کہ اسکو جاکر میرا سلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا ہے اور اسی کا ہی ہے جو کچھ اس نے دیا ہے ہر ایک چیز کی میعاد اُس کے ہاں مقرر ہے۔ میری بیٹی کو چاہئے کہ صبر کرے اور قضا الٰہی پر خوش ہو کر اجر لیوے جب قاصد نے یہہ پیغام سنایا تو زینب رضؓ نے پھر آدمی بھیجا اور قسم دی کہ آپ ضرور تشریف لاویں۔ اسپر رسول اللہ صلعم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ اُس وقت سعد بن عبادہ۔ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب زید بن ثابت اور کئی ایک اور آدمی تھے قریب المرگ بچہ آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا اور اس وقت اُس کی جان کا یہہ حال تھا کہ وہ جسم کے چمڑہ کے اندر اس طرح ملتی اور چلتی تھی کہ گویا کسی پرانی اور سوکھی مشک کے اندر کوئی کنکر چلتا ہے یعنے اسوقت وہ نزع کی حالت میں تھا۔ اُس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں بہ پڑیں۔ سعد نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ کیا؟ آپ نے فرمایا یہہ رحمت ہے۔ اسکو اللہ تعالے نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے

ہوتے ہیں۔

(۳) عن عبد اللہ بن عمر رض قال اشتکی سعد بن عبادۃ شکوٰی لہ فاتاہ النبی صلعم یعود مع عبد الرحمن بن عوف وسعد ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود فلما دخل علیہ وجدہ فی غاشیۃ فقال قد قضی قالوا لا یا رسول اللہ صلعم فبکی النبی صلعم فلما رأی القوم بکا النبی صلعم بکوا۔ فقال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف رض سعد بن ابی وقاص رض اور عبداللہ بن مسعود رض تھے۔ جب آپ اُس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ سخت بیمار ہے، یا اس میں مبتلا ہے یا اس کے اردگرد بڑا بھاری ہجوم ہو رہا ہے) آپ نے پوچھا کہ کیا سعد مر گیا ہے پاس والے بولے نہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس پر آپ رو پڑے جب لوگوں نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ سب رو پڑے۔ پس آپ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے؟ کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے رنج سے بدلے معذب نہیں کرتا ہاں اس (زبان) کی بدولت عذاب دیتا ہے (اگر کلمات جزع وفزع نکلیں) یا رحم کرتا ہے (اگر صبر اور حمد کیا) اور کہ میت کو اپنے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب ہوتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے آخری ٹکڑہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرح کی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عمر کی خطا معاف کرے اس نے یہ بات جان بوجھ کر جھوٹ نہیں کی اصل بات یہ تھی کہ اس کے ذہن سے جاتی رہی ہے یا وہ چوک گیا ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کی میت کے پاس

Marfat.com

سے گزرے اور لوگ اسپر رو رہے تھے آپ نے فرمایا لوگ تو اس کو رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں جاکر عذاب ہوگا۔ اسی طرح پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی مضمون کے کلمات فرمائے اور یہہ حدیثیں اور یہہ اعتراض بخاری مسلم میں موجود ہیں۔ شروح کتب حدیث میں بہت سے اقوال تو باپ بیٹے دعمر رضؓ ابن عمر رضؓ کی تائید میں ہیں اور بہت سی حضرت عائشہ کی تائید میں مگر جو صاف صاف اور صحیح بات ان سب کے پڑھنے اور اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہہ ہے۔ کہ میت اگر مومن ہے اور اپنے گھر والوں اور لواحقوں کو اپنی زندگی میں اس فعل شنیع سے جو شرعاً حرام ہے روکتی رہی ہے اور پھر بھی اس کے بعد یہہ لوگ باز نہیں آتے اور خواہ مخواہ کفار کی طرح بے صبری اور کفری کلمات اور حرکات اُن سے سرزد ہوتی ہیں تو اس کا وبال میت کے سر پر کچھ نہیں ہے۔ جو مرتکب ہو رہے ہیں اس کے وزر کے مقتل بھی وہی ہیں اور اگر میت بھی انہیں رونے والوں اور نوحہ کنوں کی سی تھی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگئی تو اپنے اعمال بد کی شامت سے معذب ہوگی نہ کسی غیر کے عمل شنیع کے باعث سے اور اگر اس کی اجازت اور وصیت سے یہہ کام ہو رہا ہے تو یہہ تو صاف طور پر اس کا اپنا فعل ہے۔ اپنے فعل کے سبب سے معذب ہے۔ غرضکہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے قول و فعل کا جوابدہ نہیں ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ کافی دلیل ہے جو حضرت عائشہ رضؓ نے پیش کی تھی حضرت عائشہ رضؓ کی جرح مشکوٰۃ کے باب البکاء علی المیت کے کی فصل ثالث میں مذکور ہے۔

تین حدیثیں جو ہم نے اوپر لکھی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ میت پر یا مختصر پر بطور رحمت و رأفت رونا بمقتضائے فطرت انسانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندگان رحمار کی نشانی ہے اور ایسی حالت حقیقت میں صراط مستقیم ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔ علی العموم جمہور الناس افراط کی طرف چلے جاتے ہیں اور بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اعتدال پر ہوتے ہیں اور کئی ایک ایسے ہیں جو تفریط میں پڑ جاتے ہیں اگر

Marfat.com

خورکے دیکھو گے تو عوام الناس کل کے کل افراط میں پڑ جاتے ہیں اور خواص میں سے میرے خیال میں اکثر تفریط میں اور اقل قلیل میں جو اعتدال پر ہیں۔ عوام تو کفار کی طرح جاہلیت کے زمانہ کی سی بولیاں بولنے اور حرکات کرنے لگ جاتے ہیں اور لوازمات صبر بالائے طاق رکھ دیتے ہیں نہ صرف سخت ناشکری اور بے صبری ظاہر کرتے ہیں بلکہ کفر و شرک کے کلمات اُن کے مونہوں سے نکلنے لگتے ہیں۔ بلکہ عملاً اور فعلاً اُن سے ایسی ایسی حرکات سرزد ہونے لگتی ہیں کہ الامان۔ وہاں ایمان کہاں باقی رہے خواص سو اُن میں سے بہت سے لوگ ہیں جو بنے خود بخود کہ ایسے ایسے صدمات کو دیکھ کر سنگدل اور قسی القلب ہو جاتے ہیں رحمت و رأفت ان میں کچھ نہیں ہوتی اُس اپنے قساوت قلب کو وہ جاہ اعتدال اور سنت نبوی سمجھے بیٹھے ہیں حالانکہ سنت نبوی سے ایسے دل کو مس بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی یہ تھی کہ رحمت و شفقت جو فطرۃً زن ہوتی اور اپنی فطرتی انسوؤں کی صورت میں ظاہر کرتی جس سے ہمیں سرور و محبت دوبالا ہو جاتی۔ اور حقیقی ہمدردی اور رقت جنسیت کا سبق ملتا۔ دوسری حدیث کا یہ فقرہ قابل غور ہے ھذہ رحمۃ جعلہا اللہ فی قلوب عبادہ فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔

دو حدیثیں اور ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے عبارت مذکورہ بالا کی تقویت اور تائید ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک آنکھ اور قلب کے متعلق کارروائی ہمدردی ہو تب تک خندہ کے ساتھ ممانعت نہ کیجاوے ہاں عوام الناس کی اس قسم کی کارروائی میں مظنہ اس امر کا ہے کہ شاید وہ ناجائز افعال کرنے لگ جاویں ان کو آرام کے ساتھ اس قسم کا وعظ سنایا جاوے کہ وہ مظنہ جاتا رہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مات میت من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجتمع النساء یبکین علیہ فقام عمر ینھھن ویطردھن فقال رسول اللہ صلعم دعھن	ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے کوئی شخص مر گیا۔ عورتیں اکٹھی ہو کر اس پر رونے لگیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے

Marfat.com

یاعمر فان العین دامعۃ والقلب
مصاب والعھد قریب رواہ
احمد والنسائی (مشکوۃ)

تاکہ اُن کو منع کریں اصواں سے ہمارے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر
ان کو ان کے حال پر رہنے دے کیونکہ انکی
سے آنسو جاری ہیں اور دل کو درد پہنچا
ہے اور یہ موت ابھی تو واقع ہوئی ہے یعنی یہ عورتیں کسی قسم کی شکایت الٰہی نہ زبان
سے نہ ہاتھ سے اور نہ کسی اور طرح سے کر رہی ہیں۔ صرف ان کی آنکھوں سے آنسو جاری
ہیں ان کے دل کو صدمہ پہونچا ہے اور ابھی تو موت واقع ہوئی ہے۔ کوئی زمانہ دراز
گزر نہیں گیا۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں کر رہی ہیں کہ ان کو ضرور روکا جاوے۔ دوسری حدیث
جو ذیل میں درج ہے اسکی مفسر اور مفصل ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی
عنہ قال ماتت زینب بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فبکت النساء فجعل عمر یضربھن
بسوطہ فاخذہ رسول اللہ ﷺ
بیدہ وقال مھلاً یا عمر ثم
قال إیاکن ونعیق الشیطان
ثم قال انہ مھما کان من العین
ومن القلب فمن اللہ عزوجل
ومن الرحمۃ وما کان من الید
ومن اللسان فمن الشیطان رواہ
احمد (مشکوۃ)

یعنی رسول اللہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ
فوت ہوگئیں۔ عورتیں رونے لگیں۔ حضرت
عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کوڑے کے ساتھ
مارنے لگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اُن کو ہاتھ سے پکڑ کر ہٹا دیا اور
فرمایا اے عمر کچھ دیر اُن کو ایسا ہی رہنے
دے اور کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد آپ عورتوں
کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے
عورتو شیطان کی آواز یعنے رونے اور
نوحہ سے بچو۔ اس کے بعد فرمایا جو تر
آنکھ اور دل سے ہے وہ اللہ تعالٰے
عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت
جو ہاتھ اور زبان سے ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ یعنی اگر تمہارے دل کے غم

Marfat.com

بخار کو صرف آنسوؤں کے ذریعہ نکال لوگی تو وہ جائز اور رحمت ہے۔ ورنہ ناجائز۔ بین اور زور سے بے صبری کے کلمات و حرکات کی سخت ممانعت دوسری حدیث میں آچکی ہے جن سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ ذیل میں صرف دو حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوے الجاھلیۃ متفق علیہ (مشکوۃ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گالوں کو پیٹے گا گریبان چاک کریگا اور وہ بولیاں بولے گا جو خلاف اسلام ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ ساری حرکات بے صبری۔ قضاالٰہی پر خفگی غیظ ماتم والے گھر کے لئے جلتی آگ پر تیل ڈالنے کے نشان ہیں۔ صاحب ماتم تو مریض کی طرح ہوتا ہے مریض کی عیادت اور صاحب ماتم کی تعزیت ایک ہی طرح کے ہیں جیسے وہاں دلجوئی تشفی۔ صبر و شکر اور ابتہال الی اللہ کی باتیں سنانی چاہئیں۔ اسی طرح یہاں پر بھی کرنی چاہئیں۔ اور یہ ساری حرکات اس کی سنانی ہیں اسکے غم والم اور اس کی مصیبت کو بھلا اور دوبارہ بڑھانے والے ہیں۔

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالے عنہ قال اُغمی علی ابی موسی فاقبلت امراۃ تصام صبد اللہ تصیح برنتہ ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انا بری ممن حلق وصلق و خرق متفق علیہ (مشکوۃ)

یعنی ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غشی کی حالت ہو گئی۔ اس کی بیوی ام عبداللہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ اس کے بعد ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آگیا اور کہا وہ باتیں کہتا ہے کہ اسکو وہ حدیث نہیں سنا تے تھے۔ اسی طرح کیا تو نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اُن لوگوں سے جو اپنے بال منڈواتے اور بین کرتے اور اونچی آواز سے واویلا مار مار کر روتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں بری ہوں۔ یعنی اُن لوگوں کا مجھ سے کچھ تعلق واسطہ نہیں ہے۔

فی الواقعہ اُن کی یہ ظاہری ہیئت کفار کی سی ہے۔ ایمان کا تقاضا ہی نہیں ہے کہ کسی قسم کی مشابہت بالکفر کی جاوے چہ جائیکہ پھر افعال کفریہ۔ کرتوت یہ اور دعوے اسلام کا۔ بول یہ! اور دعوے ایمان کا۔ کیا اس کفر پر شفاعت کی امید کرتے ہو؟ بین اور نوحہ کرنے والی عورتوں کی نسبت ارشاد نبوی ہے۔ النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب رواہ مسلم یعنے بین کرنے والی عورت اگر بلا توبہ کئے مرگئی تو قیامت کے دن کھڑی کی جاویگی اور اس پر گندھک کا کورتہ اور اسکے بدن پر جرب یعنے کھجلی یا خارش کی کورتی ہوگی یعنے اس کے اعضا پر جرب اور خارش مسلط کر دی جاویگی پھر اسپر دوا کے طور پر گندھک مل دی جاویگی (کیونکہ خارش کا علاج یہاں گندھک ہی ہوتا ہے) پھر وہ دوا بجائے اسکے کہ اسکو آرام دے الٹا اسکو عذاب دیگی۔ ایک تو گندھک کی بو دوسرے اس کی سوزش۔ گویا نوحہ کرنے والی عورت کا یہ عمل نہایت ہی خبیث اور گندہ ہے جس کے لئے عذاب کی یہ شکل قیامت کے دن ہوگی۔

صبر کسی قسم کی مصیبت ہو کیا بیماری کیا موت اور کیا کوئی اور رنج والم جن کی گنتی اس دار المحن میں قریب قریب محال کے ہے ہر ایک میں صبر اور احتساب ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی قسم کے صابرین محتسبین کے حق میں فرماتا ہے ان اللہ مع الصابرین یعنے اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ہ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون یعنے اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔ ان لوگوں کو جب مصیبت پہونچتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں یہ

Marfat.com

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور مہربانیاں ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں۔ موت سے بڑھ کر حقیقت میں دنیا کے اندر کوئی اور صدمہ نہیں ہے اور اس صدمہ کو اس کے پڑتے ہی اگر برداشت کر لیا جاوے اور اس میں رضائے الٰہی مقصود ہو تو اجر عظیم ہے ورنہ اس بے صبر غیر ماجور سے بڑھ کر بدبخت اور کوئی شخص نہیں ہے ایک تو موت کی مصیبت دوسرے حرمان اجر تیسرے عذاب کفر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس بیماری سے بچاوے۔ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھ کر رو رہی تھی (یعنے بے صبری میں قبر پر چلی گئی اور رو رو کر بین کرنے لگی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر جو اس طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا اے عورت اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی بولی چل پرے ہٹ تجھ پر میری مصیبت کی سی مصیبت نہیں پڑی۔ خیر اس کو کسی نے کہہ دیا کہ وہ نبی صلعم تھے۔ تو پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی اور وہاں کسی پاس کوئی دربان نہ پایا۔ بولی اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اس وقت پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا۔ انما الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ یعنے صبر تو وہی نام اسی وقت کی برداشت کا جو صدمہ پہنچتے ہی سہ لیجاوے (متفق علیہ مشکوٰۃ) اور ایسے صبر کے لئے جنت ہے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقول اللہ تبارک و تعالیٰ ابن آدم ان صبرت واحتسبت عند الصدمۃ الاولیٰ لم ارض لک ثواباً دون الجنۃ رواہ ابن ماجۃ۔ یعنی اے ابن آدم اگر تو صدمہ اولیٰ پر محتسب ہو کر صبر کرے تو میں تیرے لئے جنت سے کم اجر پر خوش نہ ہونگا یعنے کم از کم جنت عطا کروں گا۔ ذیل کی حدیث بخاری کی ہے۔

اجر بر صبر

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

ما لعبدی المومن عندی جزاء اذا قبضت صفیہ من اھل الدنیا ثم احتسبہ الا الجنۃ رواہ البخاری

میرے پاس اپنے عبد مومن کے لئے سوائے جنت کے اور کوئی جزا نہیں ہے۔ میں جب اسکی دنیا والوں میں سے اس کے سب سے

Marfat.com

زیادہ عزیز کی روح قبض کرلیتا ہوں پھر وہ مومن بندہ اس پر میری رضاجوئی کے لئے مجھ سے اجر لینے کے لئے صبر کرتا ہے۔ (بخاری مشکوٰۃ)

ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کسی شخص کا بچہ مرجاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچہ کی جان قبض کرلی؟ وہ عرض کرتے ہیں ہاں۔ پھر پوچھتا ہے کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو توڑ لیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہاں۔ پھر پوچھتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا ہے؟ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی ہے۔ اور وہ کہتا ہے (مرگیا ہے تو کیا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اللہ تعالیٰ کی ملک تھی وہ لے گیا) ہم بھی تو اسی کے ہیں ہمنے بھی تو اس کے پاس جانا ہے گویا اس کلام خداوندی کا ورد بنا رہے ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مات ولد العبد قال اللہ تعالیٰ لملائکتہ قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرۃ فوادہ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدے فیقولون حمدک واسترجع فیقول اللہ ابنوا لعبدے بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃ)

اِحداد۔ ماتم یا سوگ

سوگ درحقیقت کچھ چیز نہیں ہے۔ آنکھ کے آنسو اور دل کا درد جو رحمت اور شفقت کے سبب سے پیدا ہوا ایک امر طبعی ہے۔ اور اتنی سوگ کو تو شرع نے بھی جائز رکھا ہے اس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں باقی رہا زیورات یا دیگر اشیاء زینہ کا ترک کردینا سو اس میں مردوں کے لئے ایسا کرنا حرام ہے۔ باقی رہیں عورتیں سو وہ چونکہ مردوں کی نسبت بے صبر اور کم حوصلہ ہوتی ہیں انکو آنسو اور درد کے علاوہ ایک ظاہری نشان کی بھی اجازت دیدی ہے یعنی

یہ کہ وہ ایک عرصہ قلیل تک اپنی زینتیں چھوڑ دیویں۔ سو اگر کسی عورت کا خاوند مر گیا ہے تو وہ چار ماہ اور دس یوم تک ورنہ صرف تین یوم سوگ کر سکتی ہے۔ یہ سوگ جو آجکل لوگوں میں مروج ہے یعنے یہ کہ اہل میت کا ایک خاص ہیئت اور خاص طور پر صف ماتم پر بیٹھ کر مجلس کا انعقاد کرنا اور لوگوں کا اس سوگ کو رفع دینا فاتحہ خوانی کرنا۔ چنوں یا کھی کے دانوں پر کچھ پڑھنا۔ تین یوم تک متواتر دنیا کے سب کام دھندے چھوڑ دینا اسیطرح اقارب کا علی قدر قرابت تین یوم تک اہل میت کی طرح دنیوی کاموں کاج کا ترک کر دینا۔ تین یوم تک ہر صبح کو قبر پر جانا۔ عورتوں کا عورتوں کے ساتھ مل مل کر رونا پیٹنا ماتم اور زبان سے کلمات نامشروع نکال نکال بیصبری کرنا۔ بال کھسوٹنا۔ راکھ یا خاک سر پر ڈالنا۔ کپڑوں کا پھاڑنا وغیرہ وغیرہ۔ مردوں کا مردوں کے پاس جا کر بیٹھتے ہی کہنا کہ اٹھاؤ وغیرہ وغیرہ) سنت میں اس کا نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی کچھ اور ہی ہے۔ طریق اسلام کچھ اور ہی ہے۔ عہد رسالت میں موتیں واقع ہوئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل میت کی تعزیت کرتے۔ یعنی اہل میت کو صبر و سکون۔ رضا بقضائے الٰہی و احتساب کی تعلیم فرماتے خلفاء راشدین کے عہد میں بھی کبھی اس قسم کا ماتم نہ کیا جاتا۔ اگر کوئی کافر بھی تعلیمات نبوی ؐ کو دیکھے گا تو وہ بھی بلا توقف بول اٹھیگا کہ آجکل کا سوگ تعلیم نبوی کے مخالف ہے۔ میت والے مردوں کو صرف آنکھ کے آنسوؤں اور دل کی درد کی اجازت ہے اور بس ان کو اور کسی سوگ کی اجازت نہیں ہے۔ اور دوسروں کو حکم ہے کہ تم اہل میت کی تعزیت کرو (دیکھو مضمون تعزیت) ہاں عورت کو چونکہ بے صبر اور ضعیف ہوتی ہے صرف اتنی اجازت دی کہ وہ اپنے خاوند کی موت کے سوائے کسی اور میت پر خواہ اس کا اپنا اکلوتا بیٹا ہی کیوں نہ ہو زیادہ سے زیادہ تین یوم تک اشیائے زینت کو ترک کرے۔ سو یہ بھی اجازت ہے حکم نہیں ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ تین یوم سے زیادہ سوگ حرام ہے اور اس سے کم اختیار ہے۔ ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی میت پر تین یوم سے زیادہ سوگ نہ کرے۔ ہاں اگر اس کا

لا تحد امرأۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشہر وعشرا الحدیث

Marfat.com

متفق علیہ (بلوغ المرام)

خاوند مرجاوے تو اسکے لئے ۴ ماہ اور دس دن
یوم تک سوگ کرے۔ اس سوگ کیا

مطلب خود اس حدیث کے اگلے ٹکڑے نے بیان کر دیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ساری چیزیں ترک کر دیوے جو انسان کو مزین اور جمیل بنانیوالی ہوتی ہیں۔ علما رحنفیہ رحمہم اللہ نے اس حدیث کے لفظ امرأۃ (عورت) سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ نابالغ بیوہ کو چار ماہ اور دس یوم سوگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی کرے اور اسکے ولی پر واجب ہے کہ اس سے اشیاء مزینہ کی ترک کرائے کیونکہ نابالغ کے لئے وہی حد ہے جو بالغ کے لئے ہے اور اس اشارہ میں خطبہ کرنا حرام ہے اور امرأۃ (عورت) کا لفظ تغلیباً بولا گیا ہے۔ (سبل و نیل) پس سوگ کرنا یعنے اشیائے زینت کا ترک کرنا سو بھی صرف تین یوم تک عورتوں کے لئے ہے۔ نہ کہ مردوں کے لئے پھر تین یوم سے زیادہ تک سوگ کرنا اون کے لئے بھی حلال نہیں ہے۔ ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لایحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر و عشراً۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

یعنے اُس عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتی ہے حلال نہیں ہے کہ تین رات سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے ہاں اگر اس کا خاوند مرجاوے تو اسکے لئے ۴ ماہ اور ۱۰ یوم تک سوگ کرے۔

سو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ بیوہ کے لئے اسقدر مدت طویلہ کا معین کرنا محض اس مصلحت پر مبنی ہے کہ رحم کا استبراء ہو جاوے۔ ممکن ہے کہ رحم بیوہ میں شوہر متوفی کا نطفہ قرار پکڑ چکا ہو جس پر متوفی کی نسل اور اس نطفہ کی جو اپنے وقت پر بچہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوگا ہے نسب اور جملہ حقوق وراثت وغیرہ کی بنیاد ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ ان کا متعین ہونا ہر ایک سوسائٹی کے نزدیک جو اصول تمدن سے واقف

Marfat.com

ازبس ضروری ہے اگر نسب میں التباس ہو یا نطفہ میں شک ہو تو ہزارہا فساد اور تنازعات کس قدر میں جاکر پیدا ہوں گے۔ انہیں تمام آئندہ فسادوں اور خصومتوں کو روکنے کی غرض سے شارع علیہ السلام نے اسقدر مدت طویل معین فرمادی کہ اس میں متوفی کے نطفہ کا (اگر کوئی ہو) یقینی علم عوام کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس مدت یعنی ۴ ماہ اور ۱۰ یوم کے ایک سو تیس دن ہوتے ہیں اطباء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ایک سو بیس یوم میں جنین کے اندر روح پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جنین رحم کے اندر حرکت کرنے لگتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے دس یوم اور بڑھا دیئے تاکہ عوام بھی رحم کی اصل حالت سے واقف ہو جاویں۔ اور ایک سو بیس یوم کی رہی سہی کسر ان ایام عشرہ میں پوری ہو جاوے۔ اگر دوسری عورتوں کی طرح بیوہ کے لئے بھی صرف تین یوم ہی مقرر کئے جاتے تو ممکن ہے کہ بیوہ تین یوم کے بعد اپنی زینتیں استعمال میں لاتی۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ جب عورت مزین چیزیں پہنتی ہے تو طبعی طور پر اُس کے شہوانی قوے میں جوش پیدا ہوتا ہے اور اسکو مرد کی طرف میلان ہوتا ہے اسی طرح دوسری طرف بھی ایسے مزین عورت کو اگر مرد دیکھ لیوے تو اس کو بھی اُس کی طرف طبعی طور پر میلان ہوتا ہے۔ جسکا نتیجہ (بالفرض اگر گناہ نہ بھی ہوتا) تو بھی یہ ضرور ہوتا کہ یہ بڑی بھاری مصلحت جو اوپر بیان کی گئی ہے مفقود ہو جاتی۔ ہزارہا فساد اور تنازعات پیدا ہوتے۔ مگر شریعت کو یہ باتیں منظور نہیں۔

(۲) یہ مدت نصفِ مدتِ حمل ہے کیونکہ علی العموم ۹ ماہ ہی مدت حمل پائی جاتی ہے اور اس آدھی مدت میں استبراء بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ عوام بھی اس قاعدہ سے واقف ہیں۔

(۳) عقل صحیح اور فطرت سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ عورت جو اپنے شوہر متوفی کے ساتھ ایک خاص طور پر اسقدر مدت رہی ہے یا جس نے عمر بھر اسی کے ساتھ رہنا سہنا تھا۔ اپنے رفیق مفقود پر مغموم ہو اور اپنے غم کو محسوس طور پر کسی مدت معینہ تک ظاہر کرے۔ سو شارع علیہ السلام نے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھا اور چار ماہ دس یوم اس کے سوگ کی مدت معین کر دی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضار، تقضار، مبرو سکون اور اجتناب مومن مرد اور عورت کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ سوگ جس کا ابھی ذکر ہوا ہے اُس سے

مراد صرف ترک اشیائے مزینہ وغیرہا ہے اور بس۔

غرضکہ شارع علیہ السلام نے عورتوں کے لئے تین یوم سے زیادہ تک سوگ کرنا جن اُن تمام چیزوں کا جو عورات کو مزین و جمیل بنانیوالی ہوتی ہیں ترک کرنا حلال قرار نہیں دیا پس اب ہمارے ملک کی عورتیں جو ہر ایک عید میں یا کم از کم سب سے پہلے عید میں ماتم کو تازہ کر بیٹھتی ہیں یا جو تین یوم سے زیادہ تک بعض مدت العمر اور بعض ایک سال تک سوگ کرتی ہیں اور نیز وہ مرد بھی جو سوگ کرتے ہیں۔ بعض عمر بھر اپنی بہت سے آسائش کی چیزیں اور بہت سے آرام کے سامان ترک کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دیکھیں۔ عہد رسالت مآب میں تو عورتوں کا یہ حال تھا کہ اپنے سگے بھائیوں کے مرنے سے تیسرے دن بعد آنکھوں میں سرمہ لگاتیں۔ سر دھوتیں۔ کنگھی کرتیں۔ وغیرہ وغیرہ اور اس ملک کے مردوں کا یہ حال ہے کہ سوگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ع یہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

تعزیت جو اسرار و حِکَم عیادت مریض میں ہیں وہی تعزیت مُصاب میں ہیں۔ تعزیت کہتے ہیں کسی مصیبت زدہ کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی غرض سے اس کو تسلی دلجوئی اور صبر و سکون کی باتیں سنانے کو۔ تعزیت کے متعلق سب سے مقدم اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اہل میت کے لئے کھانا تیار کیا جاوے۔ اہل میت تو اپنے گھر میں اُس مصیبت کے سبب کھانا نہ پکائینگے۔ اور یہ طبعی امر ہے اس سے چارہ نہیں ہے مگر یہ ضروری بات ہے کہ وہ بھوکے نہ رہیں۔ اُن کو کھانا کھلایا جاوے۔ یہ سنت نبوی ہے کہ دوسرے لوگ ان کے لئے کھانا تیار کریں نہ کہ وہ خود اوروں کو کھانا کھلاویں۔ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب خبر شہادت مدینہ شریف میں پہونچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان پر جو مصیبت آپڑی ہے اُس کے باعث وہ اسطرف سر نہ کر سکیں گے کھانا نہیں پکائیں گے۔

اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما يشغلهم رواه الترمذی وغیرہ۔ (لمعات المراٰۃ)

Marfat.com

پنجاب میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اُس میت یا اُس میت کے والدین کے سسرالی اہل میت وغیرہم کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں۔ اس رواج نے اسقدر زور پکڑا ہوا ہے کہ اصل سنت نبوی بالکل مفقود ہوگئی ہوئی ہے۔ سنت صرف یہ تھی کہ کوئی سا مستطیع مسلمان ہو بالخصوص وہ جو اُس کا پڑوسی ہو اُس میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرے مگر اب یہ رواج پڑ گیا ہے کہ کھانا تیار کرے تو سہی کرے خواہ وہ مستطیع ہو یا نہ ہو۔ خواہ وہ قریب ہی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو۔ خواہ قرض اٹھاوے مگر پیچھے گرانے سہی کے لئے کھانا ضرور تیار کرے۔ دوسرا غضب یہ ہے کہ اُس سہی کو نہ صرف اہل میت کیلئے ہی کھانا تیار کرنا پڑتا ہے بلکہ اور بہت سے برادری کے لوگوں کے لئے بھی۔ گویا مردہ صرف اُس ایک گھر میں سے ہی نہیں نکلا بلکہ سب کے گھروں سے مردے نکلے ہیں۔ اس قسم کا کھانا تیار کرنا کوئی سنت نہیں ہے بلکہ بدعت قبیحہ اور محدث کمرہ ہے۔ جریر بن عبداللہ بجلی ایک مشہور صحابی ہیں وہ ۵۱ھ ہجری میں یا اس کے قریب قریب اس دار فنا سے رحلت کر گئے فرماتے ہیں کہ ہم اس قسم کے کھانوں اور اُس اجتماع اور ہجوم کو جو اہل میت کے گھر میں یا اُس کے گھر کے پاس ہوتا ہے بمنزلہ نیاحت یعنی نوحہ اور بین کرنے کے سمجھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر حدیث طعام آل جعفر کی روایت کرنے کے بعد لوگوں کے اس قسم کے پر تکلف اور غیر مشروع کھانوں اور اجتماعوں کو دیکھ دیکھ کر یہ فرماتے ہیں فمازالت سنتک کان حدیثا فترکہ یعنی اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنا تھا تو سنت نبوی مگر پیچھے بدعت بن گئی اور اصل سنت کامل متروک ہو گیا۔ جریر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی بکر کے جو یہ دو قول ابن ماجہ میں موجود ہیں اور قول ثانی کی توضیح و تفسیر ابن ماجہ کے حاشیہ پر بحوالہ الدر النثیر للسیوطی لکھی ہے اسکا حاصل یہاں درج کیا گیا ہے۔ ہاں اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ لواحقین یا دوست جو میت کے غسل اور تجہیز و تکفین وغیرہ میں مشغول ہوں اور جو گویا اہل میت کے زمرہ میں تصور ہوتے ہوں وہ اگر اس کھانے میں شریک ہوں تو کوئی عیب شرعی لازم نہیں آتا۔

اس کھانے کے علاوہ دوسری ضروری بات جو اس تعزیہ کے متعلق ہے یہ ہے کہ میت کے شخص کے پاس جا کر بیٹھا جاوے۔ اسکو صبر و شکر صبر و شکر کے الفاظ۔ صبر و شکر

Marfat.com

کے اجر وغیرہ کی باتیں سنائی جاویں۔ نیز اس قسم کی باتیں کہ ہر ایک شخص کو لابد موت آنا
ہونا ہے۔ موت حقیقت میں مومن کے لئے کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ مصیبت زدہ اگر صبر
کرے تو اُس کے لئے بیت الحمد جنت میں تیار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ چیز تھی جو
لے گیا ہے۔ جو اُس نے عطا کیا ہوا ہے وہ بھی اسی کا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدر
جاری ساری ہے کہ اس نے ہر ایک چیز کے لیے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم جب زینب رضؓ نے اپنی بیٹے کے قریب المرگ ہونے کی خبر بھیجکر بلا بھیجا
تھا تو آپ نے اپنی بیٹی کی تعزیت یعنے تسلی کے لئے قاصد کے ہاتھ بعد سلام مسنون یہہ کہلا بھیجا
ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب
یہہ تعزیت ہر وقت جائز ہے خواہ موت واقع ہو چکی ہو خواہ اس کی علامتیں نظر آویں۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد میں بس یہی تعزیت ہوتی تھی۔ اور اگر ایسی تعزیت
کو صحیح طور پر فاتحہ خوانی کہہ سکتے ہیں۔ تو بس پھر اتنی تعزیت ہی فاتحہ خوانی تھی نہ کہ یہہ رواجی
اور رسمی فاتحہ خوانی۔ **زاد المعاد** میں لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک

وکان ھدیہ صلے اللہ علیہ وسلم تعزیۃ اھل المیت ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقراء لہ القران ولا عند قبرہ ولا غیرہ وکل ھذا بدعۃ حادثۃ مکروھۃ وکان من ھدیہ السکون والرضا بقضاء اللہ والحمد والاسترجاع الی آخر الفصل

تھی کہ آپ میت والوں کی تعزیت کرتے دینے ان کو صبر اور تسلی کی باتیں سناتے یہہ آپ کی عادت نہ تھی کہ ماتم کیواسطے لوگ اکٹھے ہوں اور مردہ کیواسطے قرآن پڑھا جاوے نہ تو اس کی قبر پر ہی اور نہ کسی اور جگہ۔ اور یہہ سب باتیں پیچھے پیدا ہوتی ہیں اور بدعت مکروہ ہیں آپ کی عادت مبارک میں یہہ باتیں یعنے سکوت اور رضاء بقضاء الٰہی اور اللہ کی حمد اور استرجاع یعنے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا داخل تھیں۔

مطلق قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر ثواب پہونچانے کی بابت آگے ایک

لکھا ہے (یکھو مضمون (مردوں کو خواب پہونچانا) اس کا ثواب پہونچانا جائز نہیں ہے
ہاں طریق مشروع کی ضرورت ہے تتبع کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی زمانہ نبوی صلعم
میں اس طرح کے اجتماع اور فاتحہ خوانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کتب فقہ میں جو تین دن
تک اہل میت کے لئے تعزیت کے واسطے بیٹھنا لکھا ہے (درمختار) تو معلوم ہوتا ہے کہ غالباً حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت دینے سے استنباط
کیا ہے ورنہ معلوم نہیں ہوتا کہ زمانہ نبوی میں تین یوم تک اہل میت بیٹھا کرتے تھے۔ بس
افضل تو یہی ہے کہ ایک دن بھی اہل میت نہ بیٹھیں۔ اور اگر تعزیت کنندوں کی سہولت
اور آرام کے لئے ایسا کرنا ہو تو پھر تعزیت کنندوں کو واجب ہے کہ طریق نبوی کو اختیار
کریں جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کتب فقہ میں بھی اس فاتحہ خوانی مروجہ کا نام و نشان نہیں
ہے۔ درمختار میں ہے کہ تعزیت کرنے والے میت والوں کو یوں کہیں۔ عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ
وَاَحْسَنَ جَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ[1] اور اگر کوئی شخص میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے تو
چاہئے کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی پڑھے اور اخلاص کے ساتھ پڑھے۔ مگر اس کا ایسے
موقعہ پر ہمیشہ کے لئے التزام کر لینا اچھا نہیں ہے کیونکہ مقصود تعزیت صرف پہلو کو تسلی دینا ہے

اجر تعزیت ۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ من عزی
مصاباً فلہ مثل اجرہ رواہ الترمذی ۔ یعنی جو کوئی مصیبت زدہ
کی تعزیت کرتا ہے اُس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اجر خود صاحب مصیبت کے لئے ہے
ایسا ہی ابن ماجہ میں ہے کہ جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی کسی مصیبت میں اُسکی تعزیت
کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو بزرگی کے حُلّے پہنا دیگا۔ وجہ بھی ظاہر ہے کہ حقیقی ہمدرد
اور سچی مواسات تو تب ہی ہوگی جب وہ اس مُصاب کی مصیبت میں شریک ہو کر اُسکے
ساتھ اُسکا ہمرنگ بن جائیگا گویا اپنے بھائی کی مصیبت کو وہ خود اپنی مصیبت سمجھ لیتا ہے۔
ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے ایسا ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
من عزی ثکلی کسی برد فی الجنۃ ۔ رواہ الترمذی ۔ یعنی جو کوئی کسی
صاحب ماتم کو تعزیت اور تسلی کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اُس کو حلہ بزرگی پہنا دیگا۔

---

[1] یعنی اللہ تیرے اجر کو بڑا کرے اور تیرے اہل کو اچھا کرے اور تیرے اس شخص کو جو مر گیا ہے بخشے۔

جب اس دنیا میں وہ ماتم والوں کی مصیبت میں شریک ہو کر جامہ مصیبت پہنا ہے تو جنت میں اس عمل کی جزا حلہ جنتی مقرر ہوئی۔

اس قسم کے اجر فنکا بیان کرنا خاص شعر ہے اس امر کا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مصیبت زدہ کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی غرض سے دوسرے لوگوں کو بہت ہی ترغیب وتحریص دلائی ہے۔ جو مومن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کے مطابق تعزیت کرتے ہیں ضرور ضرور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجر پائینگے۔

بعض دیگر بدعات

بعض لوگوں نے کچھ خاص خاص رسوم مقرر کر رکھی ہیں اور ان رسوم کی اسقدر پابندی کرتے ہیں کہ الامان سنت محمدی واسوہ حسنہ احمدی کو پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تو اہل میت کے متعلق ہیں۔ مثلاً رسم توشہ۔ اسقاط۔ روٹی۔ ایک خاص مدت تک مسجدوں میں ہر شام کو روٹی دینا اور چراغ جلانا پھر بند کر دینا۔ اور بعض ملاؤں کے متعلق ہیں۔ مثلاً جنازہ پڑھتے ہی جھوٹ موٹ منہ میں کچھ بڑبڑ کر دینا گویا وہ لوگوں کو ترکہ میت کی تلقین کرتے ہیں اگرچہ وہ میت شیر خوارہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور بعض سب کے متعلق ہیں۔ مثلاً جنازہ پڑھنے کے بعد پھر خاص التزامی طور پر چپنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دفن تھوڑی دور چل کر پھر قبر کی طرف رخ کر کے دعا مانگنا۔ اسکے بعد پھر تھوڑی دور چل کر قبر کی طرف رخ کرنا اور اسی طرح دعا مانگنا۔ اس کے بعد آتے ہی اہل میت کے پاس طوعاً و کرہاً التزامی طور پر اجتماع کرنا۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ صاف طور زبان میں ہی کسی پر بھی سنت کا نام نہیں آتا۔ اور بعض بعض امور تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے مبتدعین اخوان شیاطین بنجاتے ہیں۔

میت کو اگر ثواب پہونچانا مقصود ہو تو اسکے لئے طریق مشروع دیکھنا ضروری ہے اگر دعا کے ذریعہ ثواب پہونچانا مقصود ہے تو دفن کے بعد دعا کرنے کے لئے پہلے سے چکے ہو اس طریق پر عمل کرو یعنے قبر پر کھڑے ہو کر اسکے لئے دعائے تثبیت مانگو اور اگر کسی اور سادی چیز (کپڑا روٹی وغیرہ) کے ذریعہ سے ثواب پہونچانا مقصود ہے تو اگر

Marfat.com

مضمون پڑھو یعنے مردوں کو ثواب پہونچانا) آمد امسد کی شناعت کو نظر انداز کرکے ہم روٹی کی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔ امداسی نے لوگوں کو تباہ کر دیا ہوا ہے۔

رسم روٹی

اس ملک کے لوگوں کی رسم ہے کہ ساتویں دن ساتہ دسویں دن دسواں چالیسویں دن چالیسواں اور برسویں دن درپہ کرتے ہیں یعنے کچھ کھانے پکاتے ہیں جسکا نام اُس میتکے نام پہنا مزد کر دیتے ہیں۔ ایسی روٹی کا نام پنجاب میں روٹی ہے۔ اس روٹی میں جو اسراف ہوتا ہے اُس سے خدا کی پناہ۔ بعض ریا اور سمعہ کی خاطر یہہ سارے کام کئے جاتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں میں نام ہو۔ بعض تو شادی شوتو کہہ بھی دیتے ہیں کہ شاباش۔ روٹی کیا کی اپنے خاندان کی کن کھلی اور ادہر سیکڑے ایسے ہوتے ہیں جو اس کی روٹی بھی کھاتے جاتے ہیں اور پھکار پھکار اور لعنتوں پر لعنتوں کی بوچھاڑ بھیجتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ روٹی کیا کی اپنے خاندان کی ناک کاٹ دی۔ اُس مردوی نے کیا ہی کیا تھا اور اس نکمی نے اپنے ساس سسرے کو پہنچا ہی کیا تھا۔ غرضکہ خسر الدنیا والاخرۃ وذلک ھو الخسران المبین کا مصداق اس قسم کی روٹی کرنیوالا ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بھی لعنت کے طوق اُس کے گلے کا ہار ہوتے ہیں۔ اُس دنیا میں بھی ویسا ہی حال ہوگا۔ درگاہ ایزدی سے ٹھکا جائیگا۔ اور اپنی ماں کی گود میں اپنے دیگر شیطان بھائیوں کے ساتھ بٹھایا جاویگا۔ اس روٹی کے سبب ہزارہا خاندان برباد ہوگئے گھر قرضہ میں غرق ہوگئے نیلام پر چڑھے گئے۔ کمبخت افسوس ان مسرفین اسلام کی قدر نہ کرنے والوں نے اسلامی ہدایت کو چھوڑا۔ اللہ تبارک وتعالے نے اون کو چھوڑا۔ سلمانو! مردے کو ثواب پہونچانا ہو تو پھر تم کیوں شرع کی اتنی بڑی ہتیار ذکرو۔ تمہارا مقصود تو صرف اپنی ناک اور آن اور جھوٹ موٹ کی عزت رکھنا ہے اور سب اس کا مضمون خوب دل لگا کر پڑھو۔ جتنا چاہو مردوں کو ثواب پہونچاؤ۔

مردوں کو ثواب پہونچانا

جو لوگ حقیقت موت سے واقف اور وجود خدا اور صفات کمال خدا کے قائل ہیں اُن کے لئے یہہ مسئلہ حل ہوا ہوا ہے۔ اور جو اس حقیقت سے آگاہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کمال کے منکر ہیں وہ اصل میں

Marfat.com

جامہ انسانیت سے عاری ہیں ان کا یہہ انکار محض فضول اور بے دلیل ہے ۔ موت اصل میں صرف اُس ذریعہ یا واسطہ کا نام ہے جس سے جسم اور روح کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اور بس۔ اس موت کا یہہ حق نہیں ہے۔ کہ جسم یا جسم کے کسی ذرہ کو نابود محض کر دیوے یا روح پر اسکا کچھ اثر واقع ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے یہہ بھی ہیں کہ وہ ذرہ ذرہ کا خالق اور مالک و متصرف ہے۔ وہ ذرہ ذرہ کو جانتا ہے۔ پس جب روح اور جسم کو ایک ساتھ جکڑ بند کر دیا تھا اُسوقت بھی وہی اس مرکب پتلے کا خالق اور مالک و متصرف اور عالم تھا۔ اب اگر انکو الگ الگ کر دیا ہے تب بھی وہی متصرف اور مالک ہے۔ نہ تو اُس کے جسم کا کوئی ذرہ اُس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی روح ہی کہیں اس کے احاطہ قدرت و علم سے باہر نکل گئی ہے۔ پس جب یہہ حال ہو تو پھر کیا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور مالک و متصرف کی درگاہ میں عاجزی کر کے اوس سے التماس کرے کہ الٰہی فلاں میت کو اپنے رحم سے بخشدے یا فلاں میت کی طرف سے میں نائب اور وکیل ہو کر یہہ کھانا یا یہہ روٹی یا یہہ پانی یا یہہ کپڑا تیری رضاجوئی کے لئے تیری راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ تو اس کو قبول فرما۔ تو کیا کوئی عقلمند اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دل کے بھید کا واقف ہے اُس کی اس مخلصانہ التماس کو قبول نہ فرمائے گا سو وہ ضرور قبول فرمائیگا۔ اور اس کا وعدہ ہے۔ کہ میں مضطر دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں۔ غرضکہ مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو اس کی طرف سے وکیل بنجاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مخاطب بنا لیوے۔ پس پھر اگر قرآن پڑھتا ہے تو قرآن کریم کا ثواب اور اگر روٹی کھلاتا ہے تو روٹی کا ثواب اور اگر پانی پلاتا ہے تو پانی کا ثواب اور اگر حج کرتا ہے تو حج کا ثواب اور اگر صدقہ دیتا ہے یا نماز پڑھتا ہے تو صدقہ اور نماز کا ثواب میت کو پہونچ جاتا ہے۔ ہاں اس میں اخلاص اور رضاء الٰہی اور نیابت درکار ہے۔ تعجب ہے کہ اس زمانہ میں بھی لوگ اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ میں اس وقت اگر ہزار ہا روپیہ لنڈن میں بھیجنا چاہوں تو بھیج سکتا ہوں۔ نہ سمندر ہی مانع ہو سکتا ہے اور نہ مجھے ہی وہاں جانا پڑتا ہے۔ اور نہ روپیہ لینے والے کو یہاں آنا پڑتا ہے۔ صرف باضابطہ آرڈر دینے کی ضرورت ہے۔ اور اگر میں یہاں سے وہاں تک ایک گھنٹہ کے اندر

Marfat.com

احمد پہنچانا چاہوں تو بھی نہیں پہنچا سکتا ہوں۔ استرقت مجھے جہاں کی ہی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ تار میں سے بھیجا جا سکتا ہے۔ صرف باضابطہ آرڈر کی ضرورت ہے جب انسانی علوم کا یہ حال ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ایسے علوم موجود ایسے انتظام جاری نہیں ہیں؟ **بیشک ہیں** یہاں تک تو محض عقل کے پابندوں کو سمجھایا گیا ہے اب نقل لیجئے اور مردوں کو ثواب پہنچانے کی فکیجئے۔ **منتقی الاخبار** میں مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک مستقل باب ہے۔ ذیل کی پانچ حدیثیں وہاں سے اور باقی کی اس کی شرح **نیل الاوطار** سے نقل کی جاتی ہیں اور ان سے جو جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ بھی اُسی کی شرح **نیل الاوطار** میں سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اس کے اصل اور اس کی شرح کو دیکھیں گے تو کمال درجہ کا حظ اٹھائینگے۔ یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف ضرورت کو پورا کرنیکے لئے بطور خلاصہ لکھا گیا ہے

(۱) عن عبد الله بن عمرو ان العاص بن وائل نذر فی الجاهلیة ان یضحی مائة بدنة وان هشام بن العاص نحر حصته ثمانین وان عمرا سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلك فقال اما ابوك فلو اقر بالتوحید فصمت وتصدقت عنه نفعه ذلك رواه احمد۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ عاص بن وائل نے جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی وہ مر گیا اور اس کے پیچھے دو بیٹے رہے ایک کا نام عمرو تھا دوسرے کا ہشام تھا سو ان میں سے ہشام نے تو اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے (گویا اپنے باپ کی آدھی نذر پوری کر دی) اور رہا عمرو سو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ اگر توحید کا اقرار کرتا اور پھر تو اس کی طرف سے روزہ رکھتا اور صدقہ دیتا تو اس کو نفع دیتا یعنے اب وہ کفر پر مرا ہے اس کو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

(۲) عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان رجلاً قال للنبی صلی الله علیه وسلم ان ابی مات

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرا باپ بلا وصیت کئے مرگیا

Marfat.com

ولم یوص افینفعہا ان اتصدق عنہ قال نعم رواہ احمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ۔

ہے کیا اس کی طرف سے میرا صدقہ کرنا اس کے حق میں نفع ہو آپ نے فرمایا ہاں۔

(۳) عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ان رجلا قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اُمِّی افْتُلِتَتْ نَفْسُہا واُراہا لو تکلمت تصدقت فہل لہا اجرٌ ان تصدقت عنہا قال نعم متفق علیہ۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آکر عرض کی کہ میری ماں اچانک مرگئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر کوئی بات کرتی تو صدقہ دیتی کیا اسکو ثواب پہونچے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دیدوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (پہونچے گا)

(۴) عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ان رجلاً قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اُمّی توفیت افینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم قال فانّ لی مَخْرَفاً فانا اشہدک انی قد تصدقت بہ عنہا رواہ البخاری والترمذی وابوداؤد والنسائی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں پوسی ہوگئی (مرگئی) ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اس کو نفع دے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا اچھا تو پھر ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ باغ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کردیا۔

(۵) عن الحسن عن سعد بن عبادۃ ان امہ ماتت فقال یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان امی ماتت فاتصدق عنہا قال نعم قلت فای الصدقۃ افضل قال

حسن بصری تابعی رح سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مرگئی اس نے حضرت سے عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کی کہ پھر کونسا صدقہ افضل ہے

سقی الماء قال الحسن فذلك سقاية آل سعد بالمدينة رواه احمد والنسائی۔

پانی پلانا حسن رح فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جو پانی پلانے کی سبیل ہے وہ اسی سعد کی اولاد کی ہے۔

(۲) ان رجلا قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان لی ابوان ابرهما فی حال حیاتهما فکیف لی ببرهما بعد موتهما فقال صلعم ان من البر بعد البر ان تصلی لهما مع صلاتك وان تصوم لهما مع صیامك (دار قطنی)

ترمذی رح نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرے ماں باپ تھے میں اُن سے ان کی زندگی میں نیکی کیا کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد اُن سے کس طرح نیکی کروں آپنے فرمایا کہ نیکی پر نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز پڑھنے کے بعد تو ان کے لئے بھی نماز پڑھ لیا کر۔ اور اپنے روزوں کے علاوہ تو ان کے لئے روزے رکھ لیا کر۔

(۳) ان امراة قالت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امی ماتت وعلیها صوم نذر فقال ارایت لو کان علی امك دین فقضیته اکان یودی ذلك عنها قالت نعم قال فصومی عن امك (بخاری مسلم)

ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ مانی ہوئی نذر کا روزہ ہے آپنے فرمایا اچھا بتا تو اگر تیری ماں کے ذمہ کچھ قرضہ ہوتا اور تو اسکو ادا کرتی تو کیا یہ قرضہ اُس کی طرف سے ادا ہوتا یا نہیں بولی ہاں ادا ہوجاتا۔ آپنے فرمایا تو بس پھر اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ۔

(۴) عن بریدة رضی الله تعالی عنه ان امرأة قالت ان کان علی امی شهر افاصوم عنها قال صومی

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے پوچھا کہ میری ماں کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے کیا میں اُس

Marfat.com

عنہا (مسلم ابوداؤد۔ ترمذی)	کی طرف سے رکھ لوں۔ فرمایا اُس کی طرف سے رکھ لے۔
(و) من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ من حدیث عائشۃ	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی حالت میں مرجاوے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھ لے۔

پانچویں حدیث کی بابت **نیل الاوطار** میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو بجال نسائی کو تذکر سب ثقات ہیں مگر اتنی بات ہے کہ حسن رحنے سعد رضہ صحابی کا زمانہ نہیں پایا اور یہ حدیث ابن ماجہ اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ اور ابوداؤد میں اس طرح ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ پانی پلانا ہے تو پھر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں ام سعد کا ہے اور **موطا** میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد رضہ کسی جنگ میں گئے ہوئے تھے اُن کے بعد ان کی والدہ فوت ہوگئی وفات کے وقت اس کو کہا گیا کہ تو کوئی وصیت کر وہ کہنے لگی میں وصیت کس بات میں کروں (میرا اپنا مال تو ہے نہیں جو صدقہ کی وصیت کروں) مال سعد کا ہے۔ خیر جب آئے تو پھر انہوں نے حضرت صلعم سے مسئلہ مذکورۃ الصدر پوچھا۔ **ان احادیث** سے صاف ثابت ہے کہ والدین کو اُن کی اولاد کے دیئے ہوئے صدقہ کا ثواب ضرور پہونچتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمان مرے ہوں۔ اور کہ یہ دانی ہدایہ وان لیس للانسان الا ما سعی کے عموم میں اولاد بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی انسان کی سعی ہے۔ باقی رہے اور لوگ جو اولاد نہیں ہیں۔ سو **نیل الاوطار** میں ان کی بابت پہلے تو یہ لکھا ہے کہ اولاد کے سوائے اور لوگوں کی طرف سے صدقہ کو ثواب پہونچنے کے لئے دلیل درکار ہے کیونکہ عمومات قرآنیہ سے ایسا ثواب نہیں پہونچتا۔ مگر پھر بہت سے مذاہب واقوال نقل کرنے کے بعد مفصل طور پر لکھا ہے کہ احادیث مذکورۃ الصدر سے عمومات قرآنیہ کی تخصیص کردی ہے ہم یہاں صرف بعض اقوال اس کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ **بحوالہ شرح کنز** لکھا ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ وہ اپنا عمل کسی دوسرے

ہ اور دینا کہ انسان کے لئے اسکا اپنا عمل ہی ذالع اہ منہ ابن حبیب لہ اسباب ترجمہ کہ انسان کو

شخص کے لئے کرے مثلاً نماز روزہ حج صدقہ قرأۃ قرآن وغیرہا من جمیع انواع البر وہ اہل سنت کے نزدیک اسکا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو متفق ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ اور اس کے سبب سے اصحابؓ کے مذہب مشہور میں اہل سنت کے نزدیک قرأۃ قرآن کا ثواب نہیں پہونچتا۔ اور احمد بن حنبل رح اور بہت سے علماء اور نیز بہت سے علماء شافعیہؒ کے نزدیک اسکا ثواب بھی پہنچ جاتا ہے (اذکار نووی) پھر ابن نحوی کی شرح منہاج کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک مشہور اگرچہ یہی ہے کہ قرأۃ کا ثواب نہیں پہونچتا مگر مختار یہی ہے کہ پہونچتا ہے۔ کیونکہ یہ دعا ہی ہوتی ہے اور اس کا پہونچنا یا نہ پہونچنا دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت پر موقوف ہے بلکہ قرأۃ کا کیا ذکر ہے سب اعمال کا بھی یہی حال ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرضکہ حق اور صحیح مذہب جو سب قسم کی احادیث مندرجہ بالا و دیگر احادیث معلومہ غیر مذکورہ و اقوال و مذاہب علماء کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ خواہ کوئی ہو اولاد ہو خواہ غیر اولاد پاس ہو یا دور ہو اور اعمال بدنی خواہ کیسے ہی ہوں صدقہ ہو نماز ہو روزہ ہو حج ہو۔ کوئی شریعہ ذکر ہو۔ قرأۃ قرآن ہو۔ سب کی کمائی جاوے۔ دانی پائی جاوے یا کسی قسم کی مدد کی جاوے سب کی طرف سے سب قسم کے عمل کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے بشرطیکہ میت مومن ہو اور عامل کے دل میں اخلاص ہو۔ ریا اور سمعہ نہ ہو۔ اور اگرچہ میت کی طرف سے وصیت ہو یا نہ ہو۔ اور ان سب اعمال بدنیہ کے ثواب کا پہونچنا صرف دعا پر ہی قیاس نہیں کیا گیا بلکہ ان میں سے بعض اعمال کی نسبت تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فتوے اور اصحابؓ کا فعل موجود ہے اور باقی قسم کے اعمال بدنیہ کو دعا پر قیاس کر لیا گیا ہے اور یہی حق ہے۔

اپنے ناظرین سے التماس ہے کہ میرے اس مضمون کے پڑھنے کے بعد میرے لئے اخلاص نیت کے ساتھ دعا خیر کریں اور اگر میں مر جاؤں تو میرے مرنے کے بعد بھی مجھے دعائے خیر سے یاد کریں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی دعا میری زندگی دنیا اور زندگی آخرت دونوں میں میرے کام آوے گی۔ اور اگر میرا کوئی عزیز دوست یا رشتہ دار میری طرف سے کوئی عمل بدنی کرے گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور فضل پر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو میرے لئے مفید ذکر قبول فرمائیگا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی

Marfat.com

لولا ان ھدانا اللہ۔

زیارۃ القبور

موت ایک ایسی شے ہے کہ اُس سے غافل کی غفلت اور سست کی سستی لوٹ جاتی ہے۔ عاملین کی اعمال صالحہ کی طرف اور زیادہ رغبت بڑھتی ہے آثمین اور فاسقین کی توجہ فسق و فجور کی طرف سے ہٹتی ہے اس کا نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ھادم اللذات رکھا اور فرمایا اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت[1] اس کی یاد از بس ضروری ہے۔ مُردوں پر نماز پڑھنا اور کسی شخص کو مرتے دیکھنا بھی بجائے خود ایک ایسے امور ہیں کہ صاحب عبرت ان سے پورا پورا سبق حاصل کر سکتا ہے مگر چونکہ یہ عبرت گاہ گاہ ہوتی ہے اسواسطے دلوں کے زنگار کے اُتارنے کے لئے صقل دائم نہیں ہو سکتے۔ البتہ قبروں کی زیارت اس نقصان کو پورا کر سکتی ہے ہر روز نہ ہو سکے تو جمعہ کے دن ہی سہی۔ دری چلکر اُس شہر خموشاں کی بھی تو سیر کرو۔ ان زمین دوز باغوں کو بھی تو دیکھو ہزار ہا نہیں بلکہ کروڑہا بے زبان کوئلیں اور گنگ زبان بلبلیں زبان حال سے پکار پکار کر سنا رہی ہیں۔ ع یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے۔ (اشعار)

یہ بھی کہ نقش الہا چہ باطل فتادست	یکے بگور غریباں شہر سیرے کن
عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہان عالم کا کہیں ٹوٹا پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا	گزرنا جب کبھی ہیرا ہوا شہر خموشاں میں کہیں آئینہ سزا نو سکندر کا شکستہ تھا

شروع شروع میں جب اسلام ابھی دلوں میں پورا پورا جاگزیں نہ ہوا تھا اسوقت رسول اللہ نے قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا جب توحید کی جڑ خوب مستحکم ہو گئی اور مظان شرک و کفر سب کے سب جاتے رہے تو پھر آپ نے اجازت دیدی اور اسکے کچھ فوائد بھی بتائے۔ بلوغ المرام میں ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں نے تمکو قبروں پر جانے سے روکا تھا اب وہاں جایا کرو (مسلم) کیونکہ آخرت یاد دلاتی ہیں (ترمذی) اور دنیا کی طرف سے بے رغبتی پیدا کرتی ہیں (ابن ماجہ)

عن بریدۃ بن الحصیبؓ الاسلمیؓ قال قال رسول اللہؐ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (رواہ مسلم) زاد الترمذی فانھا تذکر الآخرۃ وابن ماجۃ من حدیث ابن مسعودؓ رفم وتزھد فی الدنیا	

تلخیص الحبیر میں بروایت شافعی۔ احمد

[1] سب مزوں اور مٹھاسوں کو مٹانیوالی (یعنی موت کو بہت یاد کرو)

کہ محمود نے فرمایا کہ یہ تبدیل عبرت کا محل ہوتی ہے اور روایت حاکم یہ بھی ہے کہ یہ دونوں قوت پیدا کرتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہ کراتی ہیں" حضرت کی عادت مبارک یہی تھی کہ آپ تبوک میں جایا کرتے تھے مُردوں کے لئے دعا کرتے تھے صحابہ کو ساتھ جایا کرتے تھے انکو بھی دعائیں سکھایا کرتے تھے یہ دعائیں ہم ابھی لکھینگے انشاء اللہ غرضکہ حضرتؐ کا حکم اور فعل دونوں اس بات پر ہے کہ قبروں کی زیارت سنت ہے کیونکہ انسان آخرت کیطرف رغبت کرتا ہے اور دنیا کی طرف سے گھٹتی ہے اور انسان افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال پر آجاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ زیارت صرف مرد کو مسنون ہے یا عورتوں کو بھی۔ سو مردوں کے لئے مسنون ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے البتہ عورتوں کی نسبت علماء میں اختلاف ہے جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوپر کی حدیث کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا کے خطاب میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں اور جن روایتوں میں صرف مرد کو ہی خطاب ہے وہ اس لئے ہے کہ عورتیں بہت کم قبرستان جاتی ہیں اور جن روایتوں میں عورتوں کی حاجت عورتوں کو بھی ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ خطاب کا صیغہ مذکر ہے اسواسطے خطاب صرف مرد ہی ہیں نہ کہ عورتیں دوم یہ کہ عورتوں کے لئے صریح نہی آچکی ہے جیسا کہ ترمذی میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ م لعن زوارات القبور اور ابن ماجہ میں ابن عباس وغیرہ صحابہؓ سے بھی یہی مروی ہے یعنی قبر پر کثرت جانیوالیوں پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے قائلین کہتے ہیں کہ حدیث فزوروھا میں صیغہ کیونکہ بطور تغلیب ہے جو اشخاص بوقت نہی مخاطب تھے بوقت اجازت بھی وہی مخاطب ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نہی کیوقت مرد اور عورتیں سب کے سب مخاطب تھے اب پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اجازت کیوقت ان کو شامل کر دیا جائے باقی رہی حدیث لعن سو اسکا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ یہی حدیث کنت نھیتکم اسکی ناسخ ہے مانعین کہتے ہیں کہ نسخ کیلئے تقدم و تاخر کا علم ضروری ہے اور یہاں یہ بات مفقود ہے مگر یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ خود الفاظ حدیث کنت نھیتکم اس بات پر دال ہیں کہ نہی سابق منسوخ کی گئی ہے علاوہ بریں قائلین حدیث لعن کے منسوخ ہونے اور جواز زیارت کی تائید میں احادیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ ان عائشۃ اقبلت ذات یوم من المقابر فقلت لھا یا ام المومنین من این اقبلت قالت من قبر اخی عبد الرحمن فقلت لھا الیس کان نھی رسول اللہ م

ابو ملیکہ کہتے ہیں عبداللہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضہ ایکدن قبرستان سے آئیں میں نے پوچھا اے ام المومنین آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں؟ فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے آئی ہوں میں نے پوچھا کیا رسول اللہ نے قبروں پر جانے سے منع

عن زیارۃ القبور قالت نعم کان
نہی عن زیارۃ القبور ثم امر
بزیارتھا رواہ الاثرم فی سننہ
(منتقی الاخبار)

نہیں کیا تھا۔ فرمایا ہاں قبروں پر جانے سے
منع تو کیا تھا مگر پھر جانے کی اجازت دے
تھی۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بھی یہ حدیث جواز زیارت کے لئے منقول ہے مگر وہاں حاکم کی روایت ہے اور یہاں اثرم کی۔ **سبل السلام** میں ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی

عن علی بن الحسینؓ ان فاطمۃؓ علیہا
السلام کانت تزور قبر عمہا حمزۃ
کل جمعۃ فتصلی وتبکی عندہ (رواہ الحاکم)

یعنی امام زین العابدین رضی فرماتے ہیں کہ حضرت
فاطمہ رضی اپنے چچا حمزہ رضی کی قبر پر ہر جمعہ کو جایا کرتی تھیں
پر دعا مانگا اور رویا کرتی تھیں۔

اسکے نقل کرنے کے بعد یہ جرح کی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ امام زین العابدین رضی نے
اپنی جدہ ماجدہ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ مگر **تلخیص** میں حافظ امام ابن حجر نے اس حدیث کو موصولاً
ذکر کیا ہے بایں سلسلہ عن علی بن الحسین عن علی ان فاطمہ الحدیث یعنی امام
زین العابدین نے حضرت علی رضی سے سنکر یہ روایت کی اور اسپر کوئی جرح بھی نہیں کی **نیل** میں بھی اسپر
کوئی جرح نہیں ہوئی۔

مانعین ترمذی کی حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔ وہی عبداللہ بن ابی ملیکہ جنکی روایت اوپر

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال
توفی عبد الرحمن بن ابی بکر رضؓ
بالحبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن
فیہا فلما قدمت عائشۃ رضؓ
اتت قبر عبد الرحمن بن ابی بکر
فقالت "وکنا کندمانی جذیمۃ
حقبۃ۔ من الدہر حتی قیل لن
یتصدعا۔ فلما تفرقنا کانی ومالکا

لکھی جا چکی ہے فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن
ابوبکر (حضرت عائشہ رضی کا سگا بھائی) مکہ
سے کچھ فاصلہ پر ایک گاؤں میں جسکو حبشی
کہتے ہیں فوت ہو گئے ان کی نعش مکہ میں
کر لائی گئی اور وہیں ان کو دفن بھی کیا گیا
پھر جب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حج
کے لئے) مکہ میں پہنچیں تو اس وقت
بھائی کی قبر پر آئیں۔ اور یہ بیت

Marfat.com

لطول اجتماع لم نبت لیلة معا۔ ثم قالت واللہ لو حضرتك ما دفنت الا حیث مت ولو شهدتك ما زرتك

(رواہ الترمذی)

فٹ نوٹ میں نیچے لکھے گئے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی اور باطل خیالوں اور جھوٹی امیدوں پر تاسف کرکے اٹھ بیٹھے۔ پھر فرمایا بخدا اگر میں (تیری موت کے وقت) تیرے پاس موجود ہوتی تو جہاں پر تو مرا تھا وہیں تو دفن کیا جاتا اور اگر میں تجھے دیکھ لیتی (تو آج اسی وقت تیری قبر پر) نہ آتی۔

مانعین حضرت عائشہ رضہ کے اس قول "لو زرتك" یعنی "میں تیری قبر پر نہ آتی" سے یہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضہ عورتوں کے قبروں پر جانے کی جواز کی قائل نہ تھیں کیونکہ رسول خدا صلعم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے مگر یہ فہم درست نہیں ہے۔ اس سے ایک صحابیہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضہ پر باوجود علم لعنت قبر پر چلے جانے اور فعل منہی عنہ کے کرنیکا الزام آتا ہے

(۱) وکنا کندمانی جذیمة حقبة
من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

جذیمہ کے دو وزیروں کی طرح زمانہ دراز تک

(۲) وعشنا بخیر فی الحیوة وقبلنا
اصاب المنایا رهط کسری وتبعا

اور ہم نے امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہم سے پہلے کسریٰ کے لشکر اور تبع کے لوگ مارے گئے۔

(۳) فلما تفرقنا کانی ومالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

پھر جب ہم میں جدائی ہو گئی تو میں اور مالک ہمارے اکٹھے رہنے کے باوجود ایک رات بھی اکٹھے نہ رہے

ان شعروں کا مطلب سمجھنے کے واسطے کسی قدر شرح کی ضرورت ہے۔ قیم بن نویرہ اور مالک بن نویرہ دو بھائی تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں خالد بن ولید نے مالک کو قتل کر ڈالا اس کے فراق میں قیم نے یہ اشعار پڑھے۔ جذیمہ ایک مشہور بادشاہ تھا یعنی واقعہ پیش نظر کا ماجرا یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عراق عرب کا ایک بادشاہ تھا جس کو جذیمہ کہتے تھے۔ اس کے دو وزیر تھے ایک کا نام مالک تھا دوسرے کا نام عقیل تھا جذیمہ بادشاہ کی صحبت میں رہتے اس کے ندیم تھے ان کی نہایت ہی پرانی صحبت اور مرافقت رہی۔ آخر کار زمانہ نے ان میں جدائی تمام کیا حضرت عائشہ رضہ نے بھی انہیں لفظوں کو پڑھا۔ (مظاہر حق۔ حواشی مشکوٰۃ مجتبائی)

Marfat.com

ہے ان کی جناب پاک اس سے پاک ہے کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف کچھ بھی کہیں یا کریں۔ مانعین کے اس فہم کو ترمذی کے حاشیہ پر بھی اسی طرح مذکور کیا گیا ہے۔ اصل بات یہی ہے جو اس راوی عبداللہ بن ابی ملیکہ کی پہلی روایت میں مفصل بیان ہو چکی ہے یعنے یہ کہ وہ جواز کی قائل نہیں۔ اور جواز سمجھ کر قبر پر گئی نہیں۔ اور یہاں جو زیارت کرنے سے ایک گونہ نفی کی ہے تو محض اوراہ تاسف یہ سمجھ کر کی ہے کہ یہاں قبر پر آکر بھائی سے ملاقات تو کی ہی نہیں۔ صرف دل کا ارمان نکال لیا۔ اگر زندگی کی حالت میں ملاقات کر لیتی تو اب اس ڈھیری پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ علاوہ بریں ان کی عادت مبارک تھی کہ وہ پہلے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو دیکھا کرتی تھیں۔ اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کی اجازت سے اسی جگہ مدفون ہوئے تو پھر بھی پردہ کر کے وہاں جایا کرتی تھیں۔ بلکہ غور کر کے دیکھو تو وہ تو رہتی ہی وہیں تھیں۔ مزید برآں انہوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب میں قبرستان میں جاؤں تو کیا پڑھوں۔ آپ نے انکو منع نہ کیا کہ قبرستان میں مت جاؤ وہاں عورتوں پر لعنت برستی ہے بلکہ فرمایا کہ تم وہاں جا کر یہ دعا پڑھا کرو۔ یہ قصہ مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ دعا ہم ابھی لکھینگے۔

نووی میں ہے کہ اس پر تو اجماع اور اتفاق ہے کہ مردوں کے لئے قبروں پر جانا جائز ہے۔ باقی رہیں عورتیں سو ان کی نسبت ہمارے اصحاب رض کے تین قول ہیں۔ حرام۔ مکروہ اور مباح۔ اور خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے عدم جواز پر ہے۔ تلخیص اور فتح میں امام ابن حجر نے لکھا ہے کہ اکثر جواز کے قائل ہیں مگر ایک قید کے ساتھ یعنے یہ کہ جب فتنہ کا احتمال نہ ہے گر بافتنہ کیوقت وہ بھی عدم جواز کے قائل ہیں نیل الاوطار میں بہت سے اقوال و مذاہب نقل کرنے کے بعد آخری فیصلہ وہی ہے۔ جو فتح کا ہے یعنی یہ کہ اگر فتنہ (یعنے بے صبری اور جزع فزع اور بیہودہ گوئی وغیرہ) نہ ہو تو پھر عورتوں کے لئے بھی قبروں پر جانا جائز ہے۔ کیونکہ جملہ احادیث کی اس طرح پر تطبیق ہو سکتی ہے۔ ترمذی میں حدیث لعن زوارات

کے بعد لکھا ہے کہ بعض اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ یہ لعنت اسوقت تک تھی جب تک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی تھی پھر جب اجازت دے دی تو اس اجازت میں مرد اور عورت سب شامل ہیں۔ اور بعض اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانا اسواسطے بُرا ہے کہ ان میں صبر تو ہوتا ہے کچھ قدرے قلیل اور بے جزعی ہوتی ہے بہت۔

عبارت مندرجہ صدر کے پڑھنے سے **فتح الباری** اور **نیل الاوطار** کا فیصلہ نہایت ہی صاف اور صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ اس شرط سے عورتوں کے لئے قبروں پر جانا جائز ہے کہ وہ بے صبری اور جزع فزع اور دیگر فتن سے مامون ہوں۔ مگر افسوس اور غضب تو یہی ہے کہ عام مفتی جواز کا فتوے دیتے وقت اس شرط کو دیکھتے تک نہیں اور جھٹ فتوے دیدیتے ہیں۔ جو لوگ دینی مصالح سے واقف ہیں وہ اپنے زمانہ کے حالات کو دیکھ کر دینی مصلحت کو مقدم رکھتے ہیں ہم اگر اپنے ملک کو دیکھیں تو یہاں عورتوں کا یہ حال ہے کہ قبروں پر جاکر جی خرک کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اولاد مانگتی ہیں۔ رزق مانگتی ہیں نذریں مانتی ہیں چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔ اور ہزارہا قسم کے نامشروع کاموں اور فتنوں کی محل بنتی ہیں۔ اور اگر اپنے کسی عزیز اور پیارے کی قبر پر جاتی ہیں تو جن باتوں سے شارع علیہ السلام نے روکا وہ کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شکایت۔ مدفون کی بیجا تعریف جزع فزع۔ تین اساس کے لوازمات کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اور اگر احادیث کو دیکھیں تو وہاں زیارت قبور کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی ہو۔ آخرت کا نقشہ سامنے بندھ جاوے۔ عبرت ہو۔ خدا کا خوف دل میں پیدا ہو۔ دل نرم ہو۔ وغیرہ۔ وغیرہ پس ایسی صورت میں دینی مصلحت کو مقدم رکھ کر یہی فتوے دینا پڑیگا کہ عورتوں کو قبروں پر جانا منع ہے۔ اور ہم کو اسوقت تک تو کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس نے اس اجازت میں داخل ہونے کا حق پیدا کر لیا ہو۔ اور اگر کوئی ایسی ہو تو اس کے لئے تشدد نہیں کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

Marfat.com

قبرستان کی دعائیں

زیارت قبور کے لئے طریق مسنون یہ ہے کہ زائر اپنی زبان سے وہی کلمات نکالے جو خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہا اور پڑھا کرتے تھے۔ ذیل کی ادعیہ مشکوۃ سے لکھی جاتی ہیں۔

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ رضہ کو قبروں میں جا کر پڑھنے کے لئے یہہ دعا سکھایا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (مسلم)

گھروں والو مومنو مسلمانو! تم پر سلامتی ہو جیو۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم کو ملنے والے ہیں۔ اپنے لئے اور تمہارے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک قبرستان کے پاس سے گزرے اور قبرستان کی طرف رخ کر کے یہہ دعا پڑھی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ - (ترمذی)

قبروں میں پڑے ہوؤ! تم پر سلامتی ہو جیو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ بھی اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے تم ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلعم پچھلی شب کو قبرستان بقیع غرقد میں یہہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم)

مومن لوگوں کے قبرستان! یعنی اے قبرستان میں سونے ہوئے مومنو تم پر سلامتی ہو جیو جس بات کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا وہ تم کو آگئی۔ اب تم قیامت تک یہیں قبروں میں پڑے رہو گے۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہی کو ہیں۔ الٰہی! اس بقیع غرقد قبرستان کے مردوں کو بخشدے۔

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں قبرستان جاکر کیا پڑھوں آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کر۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ (مسلم)

گھروں والوں مومنوں مسلمانوں پر سلامتی ہو جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور پیچھے ہم سے پیچھے ہونگے اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے ہی والے ہیں۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان میں جاتے تو مُردوں کے لئے وہی کچھ کرتے اور صحابہ کو کرنے کی تعلیم فرماتے جو آپ نماز جنازہ میں کرتے تھے یعنی یہ کہ مُردوں کے لئے ان کے گناہوں کی معافی کی التجا خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں کرتے۔ اول اپنے لئے بعد میں مردوں کے لئے۔ **افسوس** ان نادان مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ سنت نبوی کی خواہ مخواہ مخالفت کرتے ہیں ان کو کیا ہو گیا۔ چاہیئے تھا کہ یہ مُردوں کو کچھ فائدہ پہونچاویں نہ کہ خود اُن سے منگنے لگ جاویں۔ یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان حدیثوں کو جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں نہیں نہیں بلکہ جو ہر دل پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کندہ کئے جانے کے قابل ہیں کبھی نہیں پڑھتے اور سمجھتے

لقد اسمعت لو ناديت حيا	ولكن لا حياة لمن تنادي
اگر تو کسی جیتے جاگتے کو پکارتا تو اسکو سنا بھی لیتا	پر تو تو اس کو پکار رہا ہے جس میں جان ہی نہیں
ولو نارا نفخت بها اضاءت	ولكن انت تنفخ في رمادي
اگر تو آگ کو پھونک مارتا تو وہ روشن ہو جاتی	پر تو تو راکھ میں پھونک مار رہا ہے ۔ ۔ ۔

ادھر سنت نبوی میں تو حیات و ممات کے ساتھ نیکی ہے اور ادھر شرک جلی اور بدعت کے ساتھ بدی ہوتی ہے مسلمانو اللہ مسلمان بن جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو ہمیشہ یاد رکھو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اس سے ڈرنا۔ اور نہ مرو مگر مسلمان۔ ۔

Marfat.com

الحمد للہ کہ یہہ کتاب جو اسم با مسمی ہے یعنی

الحکمۃ الیمانیۃ والایمانیۃ
فی اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیہ

آج بفضلہ تعالی بعد نماز عصر بوقت

ساڑھے پانچ بجے ۲۲ جمادی الاولے

سنہ ۱۳۱۶ ھجری مطابق

۹- اکتوبر سنہ ۱۸۹۸ ع

کو تمام ہوئی

راقم ابوالمسیح احمد

کاتب خاکسار فقیر

برکت علی سیالکوٹی

افسوس

ابتدائے طبع کتاب ہذا کے وقت ہم کو کسی مہربان نے امید دلائی تھی
کہ وہ ہم کو انجیل بزبان انگریزی دینگے اور ہم اسکا اُردو میں بامحاورہ
ترجمہ کرکے شائع کرینگے چنانچہ ہم نے اس کتاب کے صفحہ سات کے
حاشیہ پر اس ترجمہ کا نام رحمتہ للناس ترجمہ انجیل بزبان رکھ کر
اس کی طبع کا نوٹ دیدیا۔ مگر اب سخت جانکاہ اور دل آزار
افسوس کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے مہربان خود دھوکے میں تھے
یہ کتاب نایاب ہے اور ہم اسکی تلاش میں ہیں اور بذریعہ تحریر ہذا اشتہار دیا جاتا ہے
کہ جس شخص کے پاس یہ کتاب ہو وہ مہربانی کرکے ہمکو دکھادیں خواہ کسی بابت ہو

المشتہر۔ خاکسار ابوالمسیح احمد المعروف بہ احمد دین امام مسجد صدر ضلع سیالکوٹ

اسلام کا فلسفۂ طہارت و عبادت

ابوالمسیح احمد المعروف احمد دین

ایفسل ناشران و تاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

Marfat.com